المدارج السنية
في الرّدّ على الوهابية

مرتّبه: عامر القادري دار العلوم قادریہ سبحانیہ شاہ فیصل کالونی کراچی

اردو ترجمہ: عبد العلیم القادری

مع

العقائد الصحیحة في تردید الوهّابیة النّجدیة

خواجه حاجی حافظ **محمد حسن جان** صاحب مجدّدی **قدس سرہ**

[۱۹۳۱ م.]

یہ کتاب استنبول، ترکی سے شائع کی گئ اور مندرجہ ذیل ویب سائٹ پر بھی موجود ہے

WWW.HAKIKATKITABEVI.COM /DISPLAY.ASP?DID=3&KID=50

المدارج السنية

في الرّدّ على الوهابية

مرتّبه: عامر القادري رحمه الله معلم بدار العلوم القادرية السبحانية كراتشى عـــ[٢٥]
ترجمه: عبد العليم القادرى هفته ١٥ جنورى سنة ١٣٩٨ هـــ. [١٩٧٧ م.]

و يليه

العقائد الصحيحة في ترديد الوهّابية النّجدية

جناب زبدة السالكين عمدة العارفين محى السنة ماحى البدعة حضرت مولانا و مرشدنا خواجه حاجى حافظ **محمد حسن جان** صاحب مجدّدى دامت بركاتهم العالية سجاده نشين دركاه طنده ساين داد ضلع حيدرآباد (سنده) ى مؤلف اصول الاربعة المتوفى سنة ١٣٤٩ هـــ. [١٩٣١ م.]

قد اعتنى بطبعه طبعة جديدة بالأوفست

مكتبة الحقيقة

يطلب من مكتبة الحقيقة بشارع دار الشفقة بفاتح ٥٧ استانبول-تركيا

هجري قمري	هجري شمسي	ميلادي
١٤٢١	١٣٧٩	٢٠٠٠

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین ۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الاولین والاٰخرین وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین

اما بعد

فیقول عامر عبد الخالق القادری المدعو بعامر القادری لما وجدت من الوھابیۃ مسائل المختلفۃ ۔ لما قولھم ان الانبیاء لیس یحی فی قبورہم والنداء الیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شرک کما یقولون أھل السنۃ فی وقت الاذان عند شہادۃ الاولی ۔ قرۃ عینی بک یا رسول اللہ وھی شرک عندہم ومن قال یا رسول اللہ بالنداء والخطاب فھو مشرک عندہم ۔ وحیلۃ الاسقاط کما روح فی السرحد اوالپنجاب ۔ ھو حرام عندہم واخذ الاجرۃ علیٰ تعلیم القرآن شرک ایضاً فلھذا اکتبت الرسالۃ المسمیٰ بالمدارج السنیۃ فی الرد علی الوھابیۃ

فالمسئلۃ الاول ۔ الصلوٰۃ علی النبی علیہ السلام ۔

الصلوٰۃ علی النبی علیہ السلام ثبت بدلیل قطعی ۔ لقولہ تعالیٰ

امابعد

پس کہتا ہے عامر عبدالخالق القادری معروف بہ عامر القادری جب پائے میں نے وہابیہ سے مسائل مختلف جیسے کہتے ہیں یہ کہ انبیاء اپنے قبور میں زندہ نہیں ہیں اور ندا رسول اللہ کی طرف یہ شرک ہے جیسا کہ اہل السنۃ کہتے ہیں آذان کے وقت میں اول شہادت میں قرۃ عینی بک یارسول اللہ۔ اور یہ وہابیہ اسے شرک جانتے ہیں اور جس نے یارسول اللہ کیا ساتھ نداء اور خطاب کے وہ انکے ہاں مشرک ہے۔ اور حیلہ اسقاط کرنا جیسے صوبہ سرحد میں مروج ہے اور پنجاب میں یہ انکے ہاں حرام ہے۔ اور تعلیم قرآن پر اُجرت لینا یہ بھی شرک ہے اس وجہ سے میں نے رسالہ لکھا جو مدارج السنیۃ فی رد علی الوہابیہ پر موصوف ہے۔ پس اول مسئلہ نبی علیہ السلام پر درود پڑھنے کا ہے۔

درود پڑھنا نبی علیہ السلام پر نص قطعی سے ثابت ہے۔ واسطے قول رب تعالیٰ کے۔

صلوا علیہ وسلموا تسلیماً ای صلوا علیہ دائماً۔ فان قلت کیف یدل دوام؟

قلنا

قولہ تعالیٰ إن اللہ وملٰئکتہ یصلون الایۃ۔ وقع فی الاٰیت الاستمرار لان ھی (ای یصلون) صیغۃ المضارع والمضارع یدل علی الاستمرار فالحاصل صلوا علیہ بدوام۔

یا ایھا الناس صلوا علیٰ رسول اللہ صلوا علیہ ھو خیر البشر
ھو رسول ربنا ھو مختار کل شیٔ ھو بشیر الیٰ قمر فشق القمر

وفی المشکوٰۃ۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلّی عَلَیَّ صلوٰۃ واحدۃ صلی اللہ علیہ عشرا۔

وعن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان للہ ملٰئکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من اُمتی السلام

وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من احد یسلم عَلَیَّ الا رد اللہ عَلَیَّ روحی حتی اَرد علیہ السلام

فثبت ان صلوٰتنا یعرض علی النبی علیہ السلام۔

وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ

درود پڑھو اس پر اور سلام بھیجو سلام بھیجنا۔ یعنی درود پڑھو ہمیشہ۔ پس اگر تو کہے کیسے ہمیشہ

ہم کہتے ہیں

یہ قول رب تعالیٰ کا ان اللّٰہ وملٰئکتہ یصلون۔ واقع ہوا استمرار اس لیے کہ یصلون

مضارع کا صیغہ ہے اور مضارع دلالت کرتا ہے استمرار پر۔

پس حاصل یہ ہے۔ کہ درود پڑھو اس پر ساتھ ہمیشگی کے

اے لوگو درود پڑھو نبی علیہ السلام پر۔ درود پڑھو اس پر وہ افضل بشر ہے

وہ ہمارے رب کا رسول ہے اور وہ مختار ہے جملہ اشیاء کا اس نے چاند کو اشارے سے توڑ دیا

اور مشکوٰۃ میں ہے۔ روایت ہے ابو ہریرہ سے کہ فرمایا رسول اللہ نے جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے

اللہ تعالیٰ اس پر دس بھیجے گا۔

اور روایت ہے ابن مسعود سے کہ فرمایا رسول اللہ نے اللہ کے فرشتے زمین میں پھرتے ہیں میری امت

کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔

اور روایت ہے ابو ہریرہ سے فرمایا رسول اللہ نے جب کوئی مسلمان سلام پڑھتا ہے مگر اللہ تعالیٰ

میری روح کو مجھ پر لوٹاتے ہیں یہاں تک کہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

پس ثابت ہوا کہ ہمارا درود نبی علیہ السلام پر پیش کیا جاتا ہے۔

اور روایت ہے ابو ہریرہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو

صلی عَلَیَّ عند قبری سمعتہٗ ومن صلی عَلَیَّ نائیًا ابلغتہٗ - فثبت کما یسمع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم عند قبرہٖ لیسمع ایضًا من البعید لانہٗ رسول للناس بالقُرب والبُعد - کما ثبت بحدیث التی وجد فی دلائل الخیرات[1] - اسمع صلوٰۃ اہل محبتی واعرفہم - دلائل الخیرات ص ۵۲ واسمع منکم بلا واسطۃ - انیس الجلیس للامام السیوطی[2] ص ۲۲۵ - انا جلیس من ذکرنی سعادت الدارین[3] ص ۵۴۴ ومدارج النبوۃ[4] ص ۵۲۰ ثم روح البیان[5] جلد ۲ ص ۲۳۵ - من قال عشر مرۃ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللّٰہ فقد اعتق رقبۃ - نسیم الریاض[6] جلد ۳ ص ۴۹۲ وقال حسین احمد الدیوبندی[7] فی شہاب ثاقب - الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللّٰہ وجملۃ الصُّور للصلوٰۃ لو بخطاب ونداء عند علمائنا مستحب ومستحسن - شہاب ثاقب ص ۶۵ فثبت جواز الصلوٰۃ بالنداءِ والخطاب -

سلموا یا قوم بل صلوا علیٰ صدر الامین
مصطفیٰ ما جاء الا رحمۃ للعالمین

(۱) مؤلف دلائل الخيرات محمد بن سليمان الجزولي الشاذلي توفي مسموما سنة ۸۷۰ هـ. [۱٤٦٥ م.] في فاس

(۲) جلال الدين عبد الرحمن السيوطي الشافعي توفي سنة ۹۱۱ هـ. [۱۵۰۵ م.] في مصر

(۳) مؤلف سعادة الدارين ابراهيم المصري كان حيا قبل سنة ۱۳۲۰ هـ. [۱۹۰۲ م.]

(٤) مؤلف مدارج النبوة عبد الحق الدهلوي توفي سنة ۱۰۵۲ هـ. [۱٦٤۲ م.]

(۵) مؤلف تفسير روح البيان اسماعيل حقي الجلوتي توفي سنة ۱۱۳۷ هـ. [۱۷۲۵ م.] في بروسه

(٦) مؤلف نسيم الرياض شرح الشفاء احمد الخفاجي المصري توفي سنة ۱۰٦۹ هـ. [۱٦۵۹ م.]

(۷) حسين احمد الديوبندي توفي سنة ۱۳۷۷ هـ. [۱۹۵۷ م.]

درود پڑھے میری قبر کے نزدیک میں اسے خود سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھے مجھے پہنچایا جاتا ہے
پس ثابت ہوا جیسے کہ نبی علیہ السلام اپنی قبر پر نزدیک کا درود سنتے ہیں اسی طرح دور کا بھی
سنتے ہیں اس لیئے کہ آپ نزدیک اور دور والوں کے رسول ہیں۔ جیسا کہ ثابت ہے حدیث میں جو
پائی ہم نے دلائل الخیرات میں۔ ہے کہ سنتا ہوں میں درود اہل محبت کا اور پہچانتا بھی ہوں
اور میں تم سے بلا واسطہ سنتا ہوں۔ میں وہاں موجود ہوں جہاں میری یاد ہو رہی ہے
جس نے دس بار الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کہا پس اسنے ایک غلام آزاد کیا
اور کہا حسین احمد دیوبندی نے شہاب ثاقب میں۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ
اور جملہ صور درود شریف کو اگرچہ بصیغہ خطاب وندا ہی کیوں نہ ہو علماء مستحب
ومستحسن جانتے ہیں
پس ثابت ہوا جواز درود کا ساتھ خطاب وندا کے

ے سدا م پڑھو اے قوم بلکہ درود پڑھو اُو پر سردار امانت داروں کے مصطفٰے ہیں آئے مگر
رحمۃ دو جہان کیلیئے۔

والصلوٰۃ فی الدعاء کما یفعلون اہل السنۃ

رواہ معاذ بن الحارث عن ابی قرۃ عن سعید بن المسیب[1] عن عمر مرفوعاً وھٰذا رواہ رزین ابن معاویۃ[2] فی کتابہ مرفوعاً عن النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام قال الدعاء موقوف بین السماء والارض لا یصعد حتیٰ یصلی علیّ فلا تجعلونی کغمر الراکب صلوا علیّ اول الدعاء واٰخرہ واوسطہ

فثبت ان فی اول الدعاء صلوٰۃ وفی اٰخرہ واوسطہ وبحمد اللہ تعالیٰ ان أھل السنۃ والجماعۃ یداومون علیہ ویستحسنون الصلوٰۃ فی الدعاء کما روج فی اکثر الشی -

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

---

(١) سعيد بن المُسَيّب التابعي توفي سنة ٩١ هـ. [٧٠٩ م.] في المدينة المنورة

(٢) رزين بن معاوية امام الحرمين المالكي توفي سنة ٥٢٤ هـ. [١١٢٩ م.]

اور درود دُعا میں جیسا کہ اہل السنتہ کرتے ہیں ۔

روایت ہے معاذ بن حارث سے وہ ابی قرہ سے وہ سعید بن المسیب سے وہ عمر سے مرفوعاً اور اسی طرح روایت کیا ہے اسے رزین ابن معاویہ نے اپنی کتاب میں مرفوعاً نبی علیہ السلام سے فرمایا کہ دُعا لٹکی رہتی ہے آسمان و زمین میں اوپر نہیں چڑھتی جب تک مجھ پر درود نہ پڑھا جائے پس نہ کرو مجھے مانند درود پڑھو مجھ پر دعا کی ابتدا درمیان اور آخر میں

پس ثابت ہوا کہ دعا کے ابتداء میں آخر میں اور درمیان میں درود ہے اور اللہ کے فضل سے اہل السنتہ والجماعت نے اس پر ہمیشگی اختیار کی ہے ۔ اور دُعا میں درود کو مستحسن جانتے ہیں جیسا کہ رواج ہے کراچی میں ۔

الاكابر المخالفين

قال حاجی[1] امداد اللہ مہاجر مکی فی ضیاء القلوب ہر کسے را

کہ شوق دیدار محمد رسول اللہ صلعم مے شود بعد نماز عشاء با طہارت کامل و جامہ

نو واستعمال خوشبو باادب تمام روبروئے مدینہ منورہ بنشیند و ملتجی از جناب

قدس حقیقت محمدی برائے حصول زیارت جمال مبارک صلے اللہ علیہ وسلم و

دل را از جمیع خطرات خالی کردہ صورت آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم بہ

لباس بسیار سفید و عمامہ سبز و چہرہ منور مثل بدر بر کرسی تصور کند الصلوٰۃ

والسلام علیک یا رسول اللہ راست، الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ چپ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ، در دل ضرب کند و ایں درود شریف

را ہر قدر کہ تواند پے درپے تکرار کند انشاء اللہ تعالیٰ مطلوب خواہد رسید۔

ضیاء القلوب ص ۸۳

وایضاً قال حاجی امداد اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک

یا رسول اللہ بصیغۃ النداء والخطاب یکلمون الناس فیہ

ھذا مبنی علی اتصال المعنوی لہ الخلق والامر عالم الامر

---

(۱) حاجي امداد الله حسين الديوبندي توفي سنة ۱۳۱۷ هـ. [۱۸۹۹ م.] في مكة المكرمة

مخالفین کے اکابر

کہا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے ضیاء القلوب میں جس کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کا شوق ہو نمازِ عشاء کے بعد تنہا طہارت کامل کے اور نئے کپڑوں کے اور استعمال خوشبو کے ساتھ ادب تمام کے منہ مدینہ منورہ کی طرف کرکے بیٹھے اور التجا جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جمال مبارک کی زیارت کی کرے اور دل کو تمام خطرات سے خالی کرکے یہ تصور کرے کہ حضور اکرم سفید کپڑے پہنے اور سبز عمامہ باندھے کرسی پر بدر کے چاند جیسے جلوہ افروز ہیں اور دائیں طرف الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ اور بائیں الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ اور دل میں الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ کی ضرب لگائے اور اس درود شریف کو جسقدر ہو سکے متواتر تکرار کرے انشاء اللہ مطلب کو پہنچے گا

اور اسی طرح حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے کہا کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ بصیغہ خطاب میں بعض لوگ کلام کرتے ہیں اور یہ مبنی ہے اتصال معنوی پر لہ الخلق و الامر عالم امر

ليس مقيد بالطرف والقرب والبعد فلا شك في جوازہ
امداد المشتاق ص ۵۹

اشرف[۱] علی تانوی

شئت ان اقرؤ الصلوٰۃ بکثرۃ وھو ایضاً الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ۔ شکر النعمۃ بذکر رحمۃ الرحمۃ ص ۱۸

وھذا مقام فکر وتأمل ان اکابر الدیوبندیۃ ھم یتعبون الوھابیۃ زماننا والمرد ودیۃ والنجیبریۃ وغیرھم یقولون الشرک للصلوٰۃ علی النبی بالنداء والخطاب فثبت ان اکابرھم کلھم مشرکون ولکن لا یفقھون العلم لئن کلھم جھال

حسین احمد[۲] مدنی

سمعت من الوھابیۃ اکثرھم یمنعون من الصلوٰۃ علی النبی علیہ السلام بالخطاب ھی الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ وھم یستھزؤن ویقولون الکلام الفاحش وعلمائنا ھذا الصورۃ وجملۃ الصور لصلوٰۃ لو بخطاب و نداء یقولون مستحب ومستحسن وللمتعلقین یأمرون بذالک۔ شھاب ثاقب ص ۶۵

---

(۱) محمد اشرف علي التهانوي الديو بندي توفي سنة ۱۳۶۲ هـ. [۱۹۴۳ م.]

(۲) حسين احمد مدني الديو بندي توفي سنة ۱۳۷۷ هـ. [۱۹۵۷ م.]

نہیں مقید ساتھ طرف کے قرب و بعد میں پس اس کے جواز میں شک نہیں ہے۔

اشرفعلی تھانوی

کہ یوں دل چاہتا ہے کہ آج درود شریف زیادہ پڑھوں اور وہ بھی ان الفاظ سے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

اور یہ مقام غور و فکر ہے کہ اکابر دیوبند اسے مستحب جانتے ہیں اور ہمارے زمانے کے وہابی اور مودودی اور پنجپیری وغیرہ ہم درود کو شرک کہتے ہیں جو ساتھ نداء و خطاب کے ہو پس ثابت ہوا ان کے قول سے کہ ان کے اکابر تمام مشرک ہے و لیکن یہ نہیں سمجھتے علم کو اس لیے کہ یہ جاہل ہیں۔

حسین احمد مدنی

وہابیہ کی زبان سے بارہا سنا کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کو سخت منع کرتے ہیں اور ان کا استہزاء (مذاق) اڑاتے ہیں اور برے کلمات کہتے ہیں اور علماء ہمارے اس صورت کو اور تمام صور درود کو اگرچہ بخطاب و ندا ہی کیوں نہ ہو مستحب و مستحسن جانتے ہیں اور متعلقین کو اس کا امر کرتے ہیں۔

محمد ذکریا السہارنبوری [1]

قال فی فضائل درود فی فهی ان یجتمع الصلوٰة والسلام فافضل
اعنی مکان السلام علیک یا رسول الله والسلام علیک یا حبیب الله
یقال الصلوٰة والسلام علیک یا رسول الله اعنی ان ازید علیه لفظ صلوٰة

فضائل درود ص ۱۳۲ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ ص ۲۹

وقال حجة الاسلام امام غزالی [2] رحمة الله علیه فی
احیاء العلوم واحضر فی قلبک النبی علیه السلام وشخصه الکریم وقل
السلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبرکاته ولیصدق املک
فی انه یبلغه ویرد علیک ما هو اوفی منه انتهی احیاء العلوم ص ۱۴۹ جلد ۱
وهذه العبارة وجدت فی اکثر کتب الفقهاء - عمدة القاری [3] شرح بخاری
جلد ۶ ص ۱۱۱ مواهب اللدنیه [4] جلد ۲ ص ۳۲۰ زرقانی شرح مواهب اللدنیه جلد ۷ ص ۲۲۹
زرقانی شرح موطا امام مالک [5] جلد ۱ ص ۱۷۰ سعایه [6] جلد ۲ ص ۲۲۷ فتح الملهم جلد ۲ ص ۱۴۳
اوجز المسالک جلد ۱ ص ۲۶۵ مسک الختام [7] شرح بلوغ المرام ص ۲۵۹

مطبوع فی بیروت

نبطل اثبات الوهابیة وقولهم من حضر فی قلبه النبی علیه السلام
وقت الصلوٰة فصلوته فاسدة - نعوذ بالله من انفسهم ویرحم الله علیهم

---

(١) محمد زكريا السهارنبوري الديو بندي ولد سنة ١٣١٥ هـ. [١٨٩٧ م.]

(٢) الامام محمد الغزالي توفي سنة ٥٠٥ هـ. [١١١١ م.] في طوس [مشهد]

(٣) مؤلف عمدة القاري محمود العيني الحنفي توفي سنة ٨٥٥ هـ. [١٤٥١ م.]

(٤) مؤلف المواهب اللدنية احمد القسطلاني الشافعي توفي سنة ٩٢٣ هـ. [١٥١٧ م.]

(٥) محمد الزرقاني المالكي توفي سنة ١١٢٢ هـ. [١٧١٠ م.]

(٦) مؤلف السعاية عبد الحي اللكنوي الهندي توفي سنة ١٣٠٤ هـ. [١٨٨٦ م.]

(٧) مؤلف مسك الختام شعبان المصري الشافعي توفي سنة ٨٢٨ هـ. [١٤٢٤ م.]

محمد ذکریا سہارنپوری

فضائل درود میں کہا کہ بندہ کے خیال میں اگر ہر جگہ درود و سلام کو جمع کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے یعنی بجائے السلام علیک یا رسول اللہ اور السلام علیک یا حبیب اللہ کے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ۔ یعنی صلوٰۃ کا لفظ بڑھا دیا جائے۔

اور کہا امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں۔ اور حاضر کر اپنے دل میں نبی علیہ السلام کو اور تصور آپؐ کا رکھ اور کہہ السلام علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ اور یقین جان کہ یہ سلام نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہنچ رہا ہے۔ اور اس کا جواب آپؐ بجا فرما رہے ہیں۔

اور یہی عبارت میں نے اکثر کتب فقہاء میں پائی ہے۔

پس باطل ہوا اثبات وہابیہ کا کہتے ہیں کہ جس نے نماز میں نبی علیہ السلام کا خیال لایا پس اس کی نماز فاسد ہوئی۔ العیاذ باللہ۔

وَالنِّدَآءُ

وایضاً سمعتُ من الوهابیۃ والنداءُ لغیر اللہ شرک فتاویٰ رشیدیہ۔[1]

قلنا

والندآء للنبی علیہ السلام او للاولیاء جائزٌ اما للنبی علیہ السلام فہو من حدیث عبد الرحمٰن بن سعد خدرت رجل ابن عمرؓ فقال لہ رجلٌ اذکر احب الناس الیک فقال یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ادب المفرد ص ۱۴۲

وایضاً فی فضائل درود لزکریا السہارنفوری دیوبند ص ۱۳۲

وایضاً اخرج النوویؒ[2] فی کتابہ (اعنی شرح مسلم) خدرت رجل ابن عباس فقال ابن عباس یا محمداہ صح الرجلُ فی الوقت کتاب الاذکار ص ۳۶۔

واما النداء لولی اللہ تعالیٰ فہو جائزٌ ایضاً ان الولی تابع للنبی کما فی فتاویٰ حدیثیہ لابن حجر[3] الہیتمی المکیؒ

---

(۱) رشيد احمد كنكوهى توفي سنة ١٣٢٣ هـ. [١٩٠٥ م.]

(۲) يحيى النووي الشافعي توفي سنة ٦٧٦ هـ. [١٢٧٧ م.] في الشام

(۳) حمد ابن حجر المكي الشافعي توفي سنة ٩٧٤ هـ. [١٥٦٦ م.] في مكة المكرمة زادها الله شرفا و كرما

اور اسی طرح سنا ہے میں نے وہابیہ سے کہ نداء غیر اللہ کو شرک ہے

قلنا

اور پکارنا نبی علیہ السلام کو یا اولیاء کو یہ جائز ہے وہ نداء جو نبی علیہ السلام کو ہے وہ ثابت ہے حدیث عبد الرحمان بن سعد سے ابن عمر کا پاؤں سُن ہو گیا پس کسی آدمی نے اسے کہا یاد کر اُس کو جو تجھے تمام لوگوں سے اچھا اور محبوب ہو پس کہا اُس نے یا محمد

اور اسی طرح امام نوویؒ نے کہا شرح مسلم میں کہ سو گیا پاؤں ابن عباس کا پس کہا اُس نے یا محمد اہ صحیح ہوا پاؤں اُس کا اُسی وقت میں

اور بہر حال نداءِ جو ولی اللہ سے ہے وہ بھی ایسا ہی جائز ہے اس لیئے کہ ولی تابع ہے نبی کے جیسا کہ فتاوٰی حدیثیہ میں ہے جو ابن حجر الھیتمی مکیؒ کا ہے۔

وقال علامہ خیر الدین رملی[1] فی فتاوٰی خیریہ ھو اُستاد لصاحب در المختار[2] فقال یا شیخ عبد القادر[3] جیلانی فھو نداء واذا اضیف الیہ شیئًا فھو طلب شیئ اکراما اللہ فما الموجب لحرمۃ فتاوٰی خیریہ مطبوعہ مصر المجلد الثانی ص ۱۸۲

وقال فی الھدایۃ[4] الصلوٰۃ علی النبی علیہ السلام خارج الصلوٰۃ واجبۃ کما قال الکرخی[5] او کلما ذکر علیہ الصلوٰۃ کما اختارہ الطحاوی[6] انتہی بخاری جلد ثانی علی الھامش۔

فافھموا فکر یا منکر النداء والخطاب
الی اقوال العلماء والمفتیین وقل۔

یا نبی درود جناب تو

درد زباں است مہ وسال صبح شام
نزدیک چو تحفہ فرستیم ما زدور
در داست راہیں صلوٰۃ ست وسلام

ابو المجاہد عامر محمد عبد الخالق القادری ۱۹۷۶ء

---

(۱) خير الدين الرملي الحنفي توفي سنة ۱۰۸۱ هـ. [۱٦۷۰ م.] في رمله

(۲) صاحب در المختار محمد علاء الدين الحصكفي الحنفي توفي سنة ۱۰۸۸ هـ. [۱٦۷٦ م.] في الشام

(۳) السيد عبد القادر الگيلاني الحنبلي توفي سنة ٥٦۱ هـ. [۱۱٦٦ م.] في بغداد

(٤) مؤلف الهداية برهان الدين علي المرغيناني الحنفي استشهد سنة ٥۹۳ هـ. [۱۱۹۸ م.] في بخارى

(٥) عبيد الله الكرخي الحنفي توفي سنة ۳٤۰ هـ. [۹٥۲ م.] في بغداد

(٦) احمد الطحاوي الحنفي توفي سنة ۳۲۱ هـ. [۹۳۳ م.] في مصر

اور کہا علامہ خیرالدین رملی نے فتاوی خیریہ میں جو کہ استاد ہے مصنف درمختار کا پس کہا یہ ندا ہے یاشیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور جب ساتھ اسکے پڑھا جائے پس وہ طلب شیئی ہے از روئے اکرم اللہ کے پس کیا سبب ہے اسکی حرمت کیلئے

اور ہدایہ میں ہے اور درود نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نماز سے باہر واجب ہو جیسا کرخی نے کہا اور جب ذکر ہو آپؐ پر درود جیسا کہ مختار کیا ہے اسے طحاوی نے پس غور و فکر کر اے منکر ندا و خطاب کے طرف اقوال علماء کے اور مفتیوں کے اور

ویلیہ ہٰذہٖ الیٰ ما قبلہٖ ۔ قول القائل حین وقت الاذان عند شہادۃ الاولیٰ او الثانیۃ ۔ قرۃ عینی بک یا رسول اللہ

قال جلال الدین السیوطیؒ والقہستانی[۱] فی شرح الکبیر نقلاً عن کنز العباد[۲] اعلم انہ یستحب ان یقال عند السماع الاولیٰ من الشہادۃ الثانیۃ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ وعند سماع الثانیۃ قرۃ عینی بک یا رسول اللہ ثم یقال اللّٰہم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفر الابہامین علی العینین وقال علیہ السلام من سمع اسمی فی الاذان فقبل ظفری ابہامیہ ومسح علی عینیہ لم یعمہ ابداً الخ حاشیہ جلالین[۳] مطبوعہ اصح المطابع ثم روح البیان ما تحت ان اللہ وملٰئکتہ الآیۃ وموضوعات کبیر لملا علی قاری ص ۳۴۹ ثم البصائر لمولانا حمد اللہ ڈاجوی وایضاً قال العلامۃ الشامی[۴] ص ۲۷۹ تتمہ

---

(۱) محمد القهستاني الحنفي توفي سنة ۹۶۲ هـ. [۱۵۵۵ م.] في بخارى

(۲) كنز العباد في شرح اوراد شهاب الدين السهروردي ابو حفص عمر الشافعي توفي سنة ۶۳۲ هـ. [۱۲۳۴ م.] في بغداد

(۳) مؤلف تفسير الجلالين محمد جلال الدين مَحَلّي توفي سنة ۸۶۴ هـ. [۱۴۵۹ م.] في مصر

(٤) العلاّمة الشامي السيد محمد أمين ابن عابدين توفي سنة ۱۲۵۲ هـ. [۱۸۳۶ م.]

اور یہ ملا ہوا ہے ساتھ گزشتہ کے۔ قول قائل کا وقت اذان کے نزد شہادت اول کے یا ثانیہ کے۔ یا رسول اللہ تم میری آنکھوں کے ٹھنڈک ہو۔

کہا جلال الدین سیوطی نے اور قہستانی نے شرح کبیر میں نقل کیا کنز العباد جان کہ بے شک یہ مستحب ہے کہ کہا جاوے سماع اولی کے نزدیک شہادت ثانیہ سے درود ہو تم پر اے اللہ کے رسول اور وقت شہادت ثانیہ کے ٹھنڈک ہو تم یا رسول اللہ میری آنکھوں کے پھر کہے اے اللہ دے مجھے قوت سماع و بصارت کی یہ کہے بعد رکھنے ناخن انگوٹھوں دونوں کے آنکھوں پر اور کہا نبی علیہ السلام نے جس نے سنا اذان میں نام میرا اور چوما ناخن دونوں انگوٹھوں کے اور آنکھوں پر لگایا کبھی آنکھیں خراب نہ ہوں گی۔

حیلۃ الاسقاط

جمعۃ الحیل وتعریفۃ ما یحتال بہ الرجل بحمد اللہ تعالیٰ ویونم یفعلون اہل السنۃ حیلۃ الاسقاط من زمان عمرؓ الی الان وفی جوازہ کثرۃ الاثبات ۔

فان قلت کیف اجاز العلماء الحیل مع ان البخاری[1] اورد فی کتابہ الحیل احدا وثلثین حدیثا فی منع الحیل ؟

قلنا

تحقیق المقام ان ادلۃ باب الحیل قد جاءت مختلفۃ فبعضھا یقتضی عدمہ وبعضھا یقتضی وجودہ والبخاری اختار الاول فاورد الاحادیث التی تراھا ولکن بعضھا لا یدل علی الحیل اصلاً ولم یذکر مایدل علے الجواز من الکتاب والسنۃ بل شنع علے من اجاز الحیل قال الحافظ ابن حجر العسقلانی[2] فی شرح البخاری بعدما ذکر اقسام الحیل واختلاف العلماء فیھا مانصہ ولمن جازھا مطلقاً او ابطلھا مطلقاً ادلۃ کثیرۃ فمن الاول قولہ تعالیٰ وخذ بیدک ضغثاً فاضرب بہ ولا تحنث وقد عمل بہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

(۱) مؤلف الجامع الصحیح البخاري محمد بخاري توفي سنة ۲۵٦ هـ. [۸۷۰ م.] في سمرقند

(۲) احمد ابن حجر العسقلاني الشافعي توفي سنة ۸۵۲ هـ. [۱٤٤۸ م.] في مصر

حیلہ اسقاط

جمع اس کی حِیَل ہے اور تعریف یہ ہے مایحتال بہ الرجل۔ اللہ کے فضل و کرم
سے اسقاط اہل السنۃ کر رہا ہے زمانہ عمرؓ سے اب تک اور اس کے جواز میں اثبات بہت ہیں
اگر تو کہے کہ علماء نے حیلہ کو کیسے جائز قرار دیا حالانکہ بخاریؒ نے کتاب الحیل میں اکتیس[31]
احادیث عدم جواز میں لکھی ہیں ؟

قلنا

تحقیق مقام یہ ہے کہ دلائل بارے حیل میں مختلف ہیں پس بعض تقاضہ عدم رکھتی ہیں
اور بعض اس کے جواز پر مقتضی ہیں اور بخاریؒ نے اول یعنی عدم جواز کو اختیار کیا پس وارد
کی احادیث جو سامنے ہیں ولیکن بعض دلائل نہیں حیل پر اصلاً اور ذکر نہیں کیا بخاریؒ
نے وہ جو دال ہیں جواز پر کتاب وسنت سے بلکہ ترجمہ کیا اس پر جس نے حیلہ کو جائز کہا
کہا حافظ ابن حجر عسقلانی نے شرح بخاری میں بعد ذکر کرتے اقسام حیل کے اور اختلاف
علماء کا وہ جو نصب ہے اس میں اور جس نے مطلقاً جائز قرار دیا۔ یا مطلقاً باطل کیا اُسے
دلائل کثیرہ سے پس اوّل یہ قول رب تعالیٰ کا اور پکڑ ہاتھ میں جھاڑو پس مار اس سے
اور حانث نہ ہو اور تحقیق عمل کیا اسکے ساتھ نبی علیہ السلام نے

فی حق الضعیف الذی زنیٰ وھومن حدیث ابی امامۃ بن سھل فی السنن ومنہ قولہ تعالیٰ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا وفی الحیل من المخارج من المضائق ومنہ مشروعیۃ الاستثناء فان فیہ تخلیصا من الحنث وکذلک الشروط کلھا فان فیہا سلامۃ من الوقوع فی الحرج۔ ومنہ حدیث ابی ھریرۃ وابن سعید فی قصۃ بلال بع الجمع با لدراھم ثم ابتع منھا۔ ومن الثانی قصۃ اصحاب السبت وحدیث حرمت علیھم الشحوم فجملوھا فباعوھا واکلوا اثمانھا وحدیث النھی عن النجش وحدیث لعن المحلل والمحلل لہ اھ وقال شمس الائمۃ السرخسیؒ [۱] فی حیل المبسوط ان الحیل فی الاحکام المخرجۃ عن الامام جائزۃ عند جمھور العلماء انما کرہ ذلک بعض المتقشفۃ بجھلھم وقلۃ تاملھم فی الکتاب والسنۃ والدلیل علیٰ جوازہ من الکتب قولہ تعالیٰ وخذ بیدک ضغثاً فاضرب بہ ولا تحنث ھذا التعلیم المخرج لایوب علیہ السلام عن یمینہ التی حلف لیضربن زوجتہ مائۃ سوط فانہ حین قالت لو ذبحت عناقا باسم الشیطان

---

(۱) محمد السرخسي توفي سنة ٤٨٣ هـ. [١٠٩١ م.] في تركستان

بیچ حق ضعیف کے وہ جس نے زنا کیا تھا اور وہ حدیث ابی امامۃ بن سہل کی ہے سنن میں اور اسی سے یہ فرمان رب تعالیٰ کا اور جو ڈرے اللہ سے کرویگا واسطے اس کے نکلنے کی راہ اور حیل میں راستہ ہے آسانی ہے تنگیوں سے اور اسی سے مشروعیت ہے استثناء کی اس لیے کہ اسمیں خلاصی ہے حنث سے اور اسی طرح تمام شروط پس اس میں سلامتی ہے حرج میں پڑنے کی۔ اور اسی نے حدیث ابو ہریرہؓ کی اور ابن سعید کی قصہ بلال میں (بع الجمع بالدراہم ثم ابتع بہا) اور دوسرے سے قصہ اصحاب سبت کا اور حدیث حرمت علیہم الشحوم والی اور حدیث نہی عن النجش کی اور حدیث لعن المحلل اور محلل لہ کی الخ

اور کہا شمس الائمہ سرخسی نے حیل مبسوط میں کہ حیل احکام مخرجہ میں امام اعظمؒ سے جائز ہے تمام علماء کے نزدیک اور یہ کہ مکروہ جانا بعض بدبختوں نے واسطے جہالت اُن کے اور کمی فکر کے کتاب و سنت میں اور دلیل جواز پر کتاب سے یہ قول رب تعالیٰ کا وخذ بیدک الخ یہ تعلیم مخرج ہے ایوب علیہ السلام کیلئے اُس قسم سے جو اُٹھائی تھی کہ البتہ ضرور ماروں گا میں بیوی اپنی کو سو دُرّے جب کہا تھا اُسکی عورت نے اگر ذبح کرے تو عناق ساتھ اسم شیطان کے۔

فی قصۃ طویلۃ اوردھا اھل التفسیر رحمھم اللہ وقال اللہ
تعالیٰ فلما جھزھم بجھازھم جعل السقایۃ فی رحل اخیہ
الیٰ قولہ ثم استخرجھا من وعاء اخیہ کذلک کدنا لیوسف
وکان ھذا منہ حیلۃ لامساک اخیہ عندہ علی وجہ
لا یقف اخوتہ علیٰ مقصودہ وقال جل جلالہ حکایۃ عن
موسیٰ علیہ السلام ستجدنی ان شاء اللہ صابرا ولم یغلب
علیٰ ذلک لانہ قید سلامتہ بالاستثناء و ھو مخرج
صحیح قال اللہ تعالیٰ ولا تقولن لشیٔ انی فاعل ذلک
غدا الا ان یشاء اللہ -

واما السنۃ فما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال
یوم الاحزاب لعروۃ بن مسعود فی شان بنی قریظۃ فلعلنا
امرناھم بذلک فلما قال لہ عمرؓ فی ذلک قال علیہ السلام
الحرب خدعۃ وکان ذلک منہ اکتاب حیلۃ ومخرجاً
من الاثم بتقیید الکلام بلعل ولما اتاہ رجل واخبرہ
انہ حلف بطلاق امرأتہ ثلاثا ان لا یکلم اخاہ قال لہ طلقھا

بیچ قصہ میں جیسے لکھا مفسرین کرام نے اور کہا اللہ تعالیٰ نے پس جب تیار کیا واسطے ان کے
ساماں رکھدیا پیالہ پانی والا کجاوے میں اسکے بھائی کے پھر نکال لیا اسے بھائی کے کجاوے سے
اور اسی طرح کام سنوارا ہم نے یوسفؑ کا اور تھا یہ اس سے حیلہ امساک کا بھائی سے اُس کے تمام
اوپر وجہ نہ موقوف ہونے بھائی اُسکے کے اوپر مقصود کے اور کہا رب تعالیٰ نے حکایت موسیٰؑ
سے پائیگا تو مجھے صابر اگر اللہ نے چاہا اور نہ غالب ہوا وہ اس صبر پر اس لیئے کہ یہ قید سلامتی کی ہے ساتھ
استثناء کے اور یہ مخرج صحیح تھا اور فرمایا رب تعالیٰ نے اور ہرگز نہ کہو کسی چیز کیلئے کہ کروں گا
میں اسے کل مگر یہ کہ اللہ چاہے

اور وہ جو حدیث ہے پس وہ روایت کی گئی ہے نبی علیہ السلام سے جو کہ فرمایا یوم احزاب پر
عروہ بن مسعود کو شان بنی قریظہ میں پس کہ شاید مامور ہیں ہم اسی پر پس جب کہا عمرؓ نے اسمیں
فرمایا نبی علیہ السلام نے الحرب خدعۃ۔ اور تھا اسی طرح اس سے کتاب حیلہ اور مخرج گناہ سے
پس مقید ہر رکھا کلام لفظ لعل سے اور جب اسکے پاس آدمی اور خبر دی کہ اُس نے حلف اُٹھایا
طلاق کیساتھ اپنی عورت کو کہ نہ کلام کرے ساتھ بھائی اُسکے سے کہا اُس سے طلاق دے اسے ایک

واحدة فاذا انقضت عدتها فكلم اخاك ثم تزوجها وهذا تعليم
الحيلة والآثار فيه كثيرة ومن تأمل احكام الشرع وجد المعاملات
كلها بهذه الصفة وقال فمن كره الحيل فى الاحكام فانما
يكره فى الحقيقة احكام الشرع والله اعلم بخاری المجلد الثانی ص۲۳ مقدمة

وصية الاموات فى حيلة الاسقاط

الدليل الاول لوصيت الاموات بقوله تعالى من بعد وصية توصى
بها او دين ۔

وجه الاستدلال ۔ لفظ وصية مطلق لقيد الدوران
وجه الاستدلال ۔ المطلق يجرى على اطلاقه لان كل افراد
ثابتة بالمطلق كمنصوص عليه

وجه الثانى ۔ وقع لفظ وصية بقوله تعالى من بعد وصية يوصين
بها او دين ۔ وجه الثالث ۔ وقع وصية بقوله تعالى من بعد وصية
توصون بها او دين ۔

وجه الرابع ۔ لفظ وصية ثبت بقوله تعالى من بعد وصية يوصى

پس جب پوری ہو عدت اس کی پس بات کر اپنے بھائی سے پھر نکاح میں لا اس کو اور یہ تھی تعلیم حیلہ کی اور احادیث اس میں بکثرت ہیں اور جس نے فکر کیا احکام شرع میں گویا تمام معاملات پائے اس نے اس صفت کے ساتھ اور کہا پس جس نے مکروہ جانا حیلہ کو احکام میں پس اس نے مکروہ جانا درحقیقت احکام شرع کو (اور جس نے احکام شرع کو مکروہ جانا وہ کافر ہے۔ بآیت الیوم اکملت لکم ...)

وصیت اموات کی حیلہ اسقاط میں

دلیل اول وصیت اموات کی ساتھ قول رب تعالیٰ کے من بعد وصیۃ توصی بہا او دین

وجہ استدلال کی۔ لفظ وصیت مطلق ہے قید دوران کو

وجہ استدلال کی۔ مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے اسلئے کہ تمام افراد ثابت ہیں مطلق جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔

وجہ ثانی۔ واقع ہوا لفظ وصیت ساتھ قول رب تعالیٰ کے من بعد وصیۃ یوصین بہا او دین

وجہ ثالث۔ واقع ہوئی وصیت ساتھ قول رب تعالیٰ کے من بعد وصیۃ توصون بہا او دین

وجہ رابع۔ لفظ وصیت ثابت ہے ساتھ قول رب تعالیٰ کے من بعد وصیۃ یوصی بہا او دین

بها او دین۔

وعن ابن عباسؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یصوم احد من احد ولا یصلی احد عن احد ولکن یطعم عنہ۔ رواہ النسائی[1] عینی بخاری ص ۲۶۲ مجموعہ رسائل شامی جلد اول ص ۲۱۳ مجمع الانہار صوم ص ۲۴۲ مشکل الآثار[2] جلد اول ص ۱۴۱ والسنن الکبری ثم جوہر النقی جلد رابع زیلعی[3] جلد ثانی ص ۴۶۳ ودرایۃ[4] ص ۱۷۷

عن ابن عمرؓ عن النبیؐ قال من مات وعلیہ صیام شہر رمضان فلیطعم مکان یوم مسکینا۔ ترمذی ثم مشکوٰۃ[5] الصوم قضا ص ۱۹۴

دوران القرآن

قال المؤرخ صاحب الفتوح محمد ابن عمر الواقدی[6] اخبرالوعاصم عن ابن جریح عن ابی شہاب عن ام سلمۃ عن ابی موسی الاشعری قال فعل عمرؓ تداور جزء القرآن من مالی لا الی عمر یتساءلون فی عشرین رجلا بعد صلوٰۃ الجنازۃ لامرءۃ ملقبۃ بحبیبۃ زوجۃ قلاب (وفی نسخۃ ملاب) فتاوی سمرقندی[7] لابی اللیث و منہاج الواعظ ص ۲۶۴ ودرۃ البرر لامام الغزالی۔

---

(۱) مؤلف السنن الکبری الحافظ احمد النسائي توفي سنة ۳۰۳ هـ. [۹۱۵ م.] في رَمْله

(۲) مؤلف مشكل الآثار محمد الاصفهاني توفي سنة ۴۰۶ هـ. [۱۰۱۵ م.]

(۳) عثمان الزيلعي الحنفي توفي سنة ۷۴۳ هـ. [۱۳۴۳ م.] في مصر

(۴) مؤلف الدراية في شرح الهداية محمد الهروي توفي سنة ۹۲۸ هـ. [۱۵۲۱ م.]

(۵) مؤلف المشكوة محمد ولي الدين التبريزي الشافعي توفي سنة ۷۴۹ هـ. [۱۳۴۷ م.]

(۶) محمد الواقدي توفي سنة ۲۰۷ هـ. [۸۲۲ م.] في بغداد

(۷) ابو الليث نصر السمرقندي توفي سنة ۳۷۳ هـ. [۹۸۳ م.]

اور روایت ہے ابن عباسؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ روزہ رکھے ایک آدمی دوسرے کیلئے اور نہ نماز پڑھے ایک دوسرے کیلئے مگر طعام دے ایک دوسرے کیلئے۔

اور مروی ہے ابن عمرؓ وہ نبی علیہ السلام سے کہ فرمایا آپؐ نے جو فوت ہوا اور اس پر رمضان کے روزے تھے پس لازم ہے کہ کھانا کھلائے جگہ مسکینوں کو ایک دن۔

دوران قرآن

کہا مورخ صاحب الفتوح نے جو محمد ابن عمر الواقدی ہیں خبر دی مجھے ابو عاصم نے اُنہوں نے ابن جریج سے اُنہوں نے ابی شہاب سے ام سلمہؓ سے وہ ابو موسیٰ اشعری سے فرمایا کہ پھرایا عمرؓ نے جزو قرآن کی تیسویں پارے تیسویں تک بیس آدمیوں میں نماز جنازہ کے بعد واسطے ایک عورت کے جو لقب دی گئی ہے ساتھ حبیبہ کے جو زوجہ ہے تلاب کی (اور ایک نسخہ میں طلا ہو)

حدثنا العباس بن سفيان عن ابن علية عن عون عن محمد عن عبد الله بن عمر قال قال عمر ایها المسلمون اجعلوا القرآن وسيلة لنجاة الموتى فتحلقوا و قولوا اللهم اغفر لهذ الميت بحرمة قرآن المجيد وثبت بهذ السند ايضاً اخبر سعد عن ايوب عن جميع عن عبد الرحمن عن ابى بكر انه وجد دوران القرآن عمر والقرآن شافع للمؤمنين حياتا و بعد مماتا۔ فتاوی سمرقندی ثم منهاج الواضح ص ۲۶۴۔

قال الامام احمد[۱] اسهل طريقة ان يبيع الوارث على الفقير[۲] مصحفاً جديداً (ای صحیحا) قابلا للقرءة لغبن فاحش ثم يهب الفقير ثم نثم حتي يتم لعل الله تعالیٰ يجعله فدية فى مقابلة الصوم والصلوٰة والزکوٰة والمنذورات الخ کتاب الحیل لامام محمد۔

و فى الحيل اختلاف لسرفراز خان النجدی هو يقول کتاب الحیل ليس لامام محمد۔ فثبت انه جاهل ان کل العلماء يقولون ان کتاب الحیل لامام محمد درة البيررلامام الغزالی ثم منهاج الواضح ص ۲۶۵

نافكروا فهم يا منكر الحيلة ۔ فيه حق و آيات الجيلة

(۱) الامام احمد ابن حنبل توفی سنة ۲۴۱ هـ. [۸۵۵ م.] فی بغداد

(۲) الفقير رجل لا يملك المال بقدر نصاب الفطر سوى المحتاج اليه من الدار واللباس و الغذاء و هو اموال مختلفة و قيمته عشرون مثقالا من الذهب و المثقال عشرون قيراطا وهو اربعة غرام وثمانون سانتى غرام ليرة ذهبية عثمانية واحدة و نصف مثقال ونصاب الفطر ۹۶ غراما من الذهب و هو ثلاثة عشر و ثلث ليرة ذهبية

روایت ہے ابن عباسؓ سے وہ ابی علیہ سے وہ عون سے وہ محمد سے وہ عبداللہ بن عمر سے کہ فرمایا عمرؓ نے اے مسلمانو قرآن کو وسیلہ پکڑو پس حلقہ بناؤ اور کہو اے اللہ بخشدے اس میت کو بوسیلہ قرآن مجید کے اور ثبت ہے اس سند سے اسطرح کہ روایت ہے سعد سے وہ ابو جریج سے وہ جمیع سے وہ عبدالرحمان سے وہ ابوبکرؓ سے کہ پایا اسنے عمرؓ کو دوران قرآن کرنے ہوئے اور قرآن شافع ہے مومنین کو زندگی میں اور بعد موت کے

اور کہا امام محمد نے کہ آسان طریقہ اس کا یہ ہے کہ دے وارث فقیر کو قرآن مجید نیا دینی صحیح) قابل قرأت واسطے عین فاحش کے ختم پھر دے فقیر پھر اور پھر یہاں تک کہ تمام ہو جائے شاید پھیرد اللہ تعالے فدیہ اس کو مقابلہ روزوں کے اور نمازوں اور زکوۃ کے اور نذروں کے

اور کتاب حیل میں اختلاف ہے سرفراز خان نجدی کو وہ کہتا ہے کہ کتاب الحیل امام محمد کی نہیں ہے پس ثابت ہوا کہ وہ جاہل ہے اسلئے کہ تمام علما رکھتے ہیں کتاب الحیل امام محمد کی ہے۔

پس سوچ کر اور فکر کر اے منکر حیلہ کے۔ یہ حق ہے اور اسمیں نشانیاں گزرتی ہیں

له وفي المطبوع مصر ص ٤٩٢
ج٢ الآخر

والمستحق للصدقة من قلنا

المنصوص عليها في المذهب وعليه العمل اليوم ان يجمع الوارث عشرة رجال ليس فيهم غني ولا عبد ولا صبي ولا مجنون الخ ومما تعارفه الناس ونص عليه اهل المذهب ان الواجب ادارة مشتملة على نقود او غيرها كجواهر وحلي و بنوا الأمر على اعتبار القيمة ولا دارة الصرة طرايق - مجموعه رسائل شامي المجلد الاول ص ٢١١-٢١٢ ل

وان كانت الصلوة كثيرة والحنطة قليلة يعطى ثلثة اصوع عن صلوة يوم وليلة مع الوتر مثلا الى الفقير ثم يدفعها الفقير الى الفقير ثم يدفعها الفقير الى الوارث هكذا يفعل مرارا حتى يستوعب الصلوة ونحوها كبيرى جلد فوائت ص ٥٨٣ تتارخانيه ثم جواهر النفيس[1] ص ٣٠ المتقط - اشباه والنظائر وشرح بدية ابن العماد[2] جامع الرموز[3] كتاب الصوم ص ١٦٢ وقاضي خان[4] المجلد الاول ص ١٧٠ وشامي جلد اول ص ٢١٠-٢١٢ ان تبرع الولي بالاسقاط يجوز الخ ويجوز التبرع الاجنبي به - مراقي الفلاح ص ٢٦٣[5] طحطاوي وشامي جلد اول ص ٤٩٢ ومنحة الخالق[6] المجلد الثاني ص ٩٧

---

(١) مؤلف جواهر النفيسة عمر القاهري توفي سنة ١٠٧٩ هـ. [١٦٦٨ م.]

(٢) عبد الرحمن ابن عماد الحنفي العمادي توفي سنة ١٠٥١ هـ. [١١٨٣ م.] في الشام

(٣) مؤلف جامع الرموز محمد القهستاني توفي سنة ٩٦٢ هـ. [١٥٥٥ م.] في بخارى

(٤) قاضيخان حسن الفرغاني توفي سنة ٥٩٢ هـ. [١١٩٦ م.]

(٥) طبع في كراجي سنة ١٣٩٤ هـ. [١٩٧٤ م.] ص: ٢٣٨

(٦) مؤلف منحة الخالق على البحر الرائق محمد أمين ابن عابدين توفي سنة ١٢٥٢ هـ. [١٨٣٦ م.] في الشام

حیات انبیاء اور شہداء کے بارے میں

جان لو کہ بے شک انبیاء زندہ ہیں اور اپنے قبور میں نماز پڑھتے ہیں اور شہدا بھی زندہ ہیں واسطے قول رب تعالیٰ کے اور نہ کہو مردہ اُن کو جو اللہ کے راستے میں قتل کیے جائیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور دوسرے مقام پر فرمایا بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں سے رزق دیئے جاتے ہیں اور کہا جلال الدین سیوطیؒ نے حاوی الفتاوٰی میں کہ انبیاء افضل ہیں شہداء سے۔ ای افضل ہیں حیوٰۃ قبریہ میں اور رزق کے کھانے میں

روایت ہے ابوبکر بن شیبہ سے وہ حسین بن علی سے وہ عبدالرحمان بن یزید بن جابر سے وہ ابی الاشعث صنعانی سے وہ شداد بن اوس سے کہ فرمایا رسول اللہ نے افضل ایام میں سے جمعہ ہے اس میں آدم پیدا ہوا اور اسی میں نفخ ہے اور اسی میں صعقہ ہے پس کثرت کرو مجھ پر درود سے اسمیں پس تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے پس کہا ایک آدمی نے یا رسول اللہ ہم آپ پر درود کیسے پیش کریں تحقیق آپ تو رخصت ہوئے پس فرمایا آپ نے کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا زمین پر کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے

فائدہ ۔ یہ ہوا کہ انبیاء کرام زندہ ہیں اور ہمارے زمانے کے وہابیہ کہتے ہیں کہ وہ مر گئے نعوذ باللہ من شرور انفسہم پس ثابت ہوا کہ وہابیہ تمام

حیوۃ الانبیاء والشہداء

اعلم ان الانبیاء احیاء ویصلّون فی قبورھم والشہداء ھم احیاء لقولہ تعالیٰ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء وفی المقام الثانی بل احیاء عند ربھم یرزقون۔

وقال جلال الدین السیوطیؒ فی الحاوی للفتاوٰی الانبیاء افضل من الشہداء۔ ای افضل فی حیوۃ القبر وافضل فی اکل الرزق

حدّثنا ابوبکر بن شیبۃ عن حسین بن علی عن عبد الرحمٰن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن شداد بن اوس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان من افضل ایامکم یوم الجمعۃ فیہ خلق اٰدم وفیہ النفخۃ وفیہ الصعقۃ فاکثروا علیّ من الصلوٰۃ فیہ فان صلوٰتکم معروضۃ علیّ فقال رجل یا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کیف تعرض صلوٰتنا علیک وقد اَرمتَ یعنی بلیت فقال ان اللّٰہ حرّم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء۔ رواہ ابن ماجۃ ص ۷۶

فائدۃ۔ ان الانبیاء احیاء ویقولون الوھابیۃ زماننا ھم اموات العیاذ باللّٰہ من شرور انفسھم فثبت ان الوھابیۃ کلھم

حیات انبیاء اور شہداء کے بارے میں

جان کہ بے شک انبیاء زندہ ہیں اور اپنے قبور میں نماز پڑھتے ہیں اور شہدا بھی زندہ ہیں واسطے قول رب تعالیٰ کے اور نہ کہو مردہ اُن کو جو اللہ کے رستے میں قتل کئے جائیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور دوسرے مقام پر فرمایا بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں سے رزق دیئے جاتے ہیں اور کہا جلال الدین سیوطیؒ نے حاوی الفتاوٰی میں کہ انبیاء افضل ہیں شہداء سے۔ ای افضل ہیں حیوٰۃ قبریہ میں اور رزق کے کھانے میں

روایت ہے ابوبکر بن شیبہ سے وہ حسین بن علی سے وہ عبدالرحمان بن یزید بن جابر سے وہ ابی الاشعث صنعانی سے وہ شداد بن اوس سے کہ فرمایا رسول اللہ نے افضل ایام میں سے جمعہ ہے اسی میں آدمؑ پیدا ہوا اور اسی میں نفخ ہے اور اسی میں صعقہ ہے پس کثرت کرو مجھ پر درود سے اسمیں پس تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے پس کہا ایک آدمی نے یا رسول اللہ ہم آپ پر درود کیسے پیش کریں تحقیق آپ تو رخصت ہوئے پس فرمایا آپ نے کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا زمین پر کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے

فائدہ ۔ یہ ہوا کہ انبیاء کرام زندہ ہیں اور ہمارے زمانے کے وہابیہ کہتے ہیں کہ وہ مر گئے نعوذ باللہ من شرور انفسہم پس ثابت ہوا کہ وہابیہ تمام

ضال مضل کما فی الصاوی[1] علی الجلالین☆ وکذلک سائر الاموات ایضا یسمعون السلام والکلام ویعرض علیهم اعمال اقاربهم نعم الانبیاء یکون حیاتهم علی الوجه الاکمل ص۱۱ حاشیة ابن ماجه[2]

ثبوت الرزق هم یاکلون فی قبورهم

ففی اکل الرزق احادیث کثیرة وللثبوت یکفی واحد للعاقل وهم کثیرة للمجنون

حدثنا عمرو بن سواد المصری عن عبد الله بن وهب عن عمرو بن الحارث عن سعید بن ابی هلال عن یزید بن ایمن عن عبادة بن نسی عن ابی الدرداء قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اکثروا الصلوٰة علیّ یوم الجمعة فانه مشهود تشهد الملٰئکة وان احدا لن یصلی علیّ الا عرضت علیّ صلوٰته حتی یفرغ منها قال قلت وبعد الموت ان الله حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء فنبی الله حیّ یرزق رواه ابن ماجه ص۷۶

ثبوت صلوٰة الانبیاء فی قبورهم

واخرج البیهقی[3] فی کتاب حیوٰة الانبیاء عن انس ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون۔ رواه البیهقی۔

☆ وفی التذکرة للعلامة المحلی ص۱۳۹

---

(۱) احمد الصاوي المالكي المصري توفي سنة ۱۲٤۱ هـ. [۱۸۲۵ م.]

(۲) محمد ابن ماجه توفي سنة ۲۷۳ هـ. [۸۸٦ م.]

(۳) احمد البيهقي الشافعي النيشابوري توفي سنة ٤۵۸ هـ. [۱۰٦٦ م.]

گمراہ ہیں اور گمراہ کرنے والے ہیں جیسا کہ صاوی میں مذکور ہے اور ایسے ہی تمام اموات سنتے ہیں سلام و کلام کو اور ان کے رشتہ داروں کے اعمال ان پر پیش کیے جاتے ہیں تو ایسا ہی حیوۃ انبیاء ہوگی وجہ اکمل سے۔

ثبوت انبیاء کا قبور میں رزق کھانا

پس اکل الرزق میں احادیث بہت ہیں ایک بھی کافی ہے اور بہت بھی۔ روایت ہے عمرو بن سواد مصری سے وہ عبداللہ ابن وہب سے وہ عمرو بن حارث سے وہ سعید بن ابی بلال سے وہ زید بن ایمن سے وہ عبادہ بن نسی سے وہ ابی الدرداء سے کہ فرمایا رسول اللہ نے جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو اسلئے کہ یہ مشہود ہے گواہی دیتے ہیں فرشتے اور تم میں جب کوئی درود پڑھتا ہے مگر مجھ پر پیش کیا جاتا ہے یہاں تک کہ اس سے فارغ ہوتا ہوں۔ راوی کہتے ہیں اور بعد موت کے اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے اجساد حرام کر دئیے ہیں اکل کے۔ پس اللہ کا نبی زندہ ہے رزق دیا جاتا ہے۔

ثبوت انبیاء کا قبور میں نماز پڑھنا

اور کہا بیہقی نے حیاۃ انبیاء میں روایت ہے انسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ نے انبیاء زندہ ہیں اپنے قبور میں نماز پڑھتے ہیں۔

واخرج ابونعیم فی الحلیۃ عن یوسف بن عطیۃ قال سمعت ثابتاً البنانی یقول لحمید الطویل ھل بلغک ان احداً یصلی فی قبرہ الا الانبیاء؟ قال لا۔ الحاوی للفتاوی المجلد الثانی ص ۲۶۴

وذکر عینی البخاری لان الانبیاء علیھم السلام احیاء عند ربھم یرزقون فلا مانع ان یحجوا فی ھذا الحال لما ثبت فی صحیح مسلم من حدیث انس انہ علیہ السلام رأی موسیٰ قائماً فی قبرہ یصلی۔ عینی البخاری المجلد الرابع ص ۵۴۳

واخرج البیھقی فی حیوۃ الانبیاء والاصبہانی[۱] فی الترغیب عن انس قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من صلی علیّ فی یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ قضی اللہ لہ مائۃ حاجۃ، سبعین من حوائج الاخرۃ و ثلاثین من حوائج الدنیا ثم وکل اللہ بذلک ملکا یدخلہ علیّ فی قبری کما یدخل علیکم الھدایا ان علمی بعد موتی کعلمی فی الحیوۃ ولفظ البیھقی یخبرنی من صلی علیّ باسمہ فاثبتہ عندی فی صحیفۃ بیضاء۔

والثانی عن انس عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الانبیاء

---

(۱) الاصفهاني احمد ابو نُعَيم توفي سنة ۴۳۰ هـ. [۱۰۳۹ م.]

اور کہا ابو نعیم نے حلیہ میں روایت ہے یوسف بن عطیہ سے کہ سنا میں نے ثابت بنانی سے حمید طویل سے کہہ رہے تھے کہ کیا تجھے معلوم ہوتے کہ انبیاء کیسو اکوئی اپنی قبر میں نماز پڑہتا ہے فرمایا کہ نہیں۔

اور ذکر کیا عینی بخاری نے کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اپنے رب سے رزق ملتا ہے بیس کیا ہے کہ ہم حجت پکڑیں اس حال میں جیسا کہ ثابت ہے صحیح مسلم سے حدیث انسؓ سے کہ تحقیق نبی علیہ السلام نے دیکھا موسیٰؑ کو اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے

اور کہا بیہقی نے حیات انبیاء میں اور اصفہانی نے ترغیب میں روایت ہے انسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ نے جو مجھ پر جمعہ کے دن یارات کو درود پڑھے گا پوری کریگا اللہ تعالیٰ اس کیلیے سو حاجت، ستر حاجات آخرت سے اور تیس دنیا سے پھر موکل بنایا رب تعالیٰ نے اس ایک فرشتہ کو جو داخل ہوتا ہے قبر میں جیسے داخل ہوتے تم پر تحفے بیشک میرا علم بعد موت کے مثل علم حیات کا ہے اور لفظ بیہقی کا کہ بتایا گیا ہوں جس نے مجھ پر نام لیکر درود پڑھا پس وہ ثبوت ہے میرے پاس سفید صحیفہ میں

اور دوسری حدیث راویت ہے انسؓ سے وہ رسول اللہ سے فرمایا کہ بے شک انبیاء

لا یترکون فی قبورهم بعد اربعین لیلۃ ولکنهم یصلون بین یدی اللہ حتیٰ ینفخ فی الصور۔ حاوی الفتاوی المجلد الثانی ص ۲۶۵

واخرج ابو یعلیٰ عن ابی هریرۃ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لینزلن عیسیٰ بن مریم ثم لئن قام علیٰ قبری فقال یا محمد لاجیبنہ۔

واخرج ابن سعد فی الطبقات وابو نعیم فی دلائل النبوۃ عن سعید بن المسیب انہ کان یلازم المسجد فی ایام الحرۃ والناس یقتتلون قال فکنت اذا حانت الصلوٰۃ اسمع اذانا یخرج من قبل القبر الشریف وایضا اخرج ابو نعیم فی دلائل النبوۃ الخ فثبت ان الانبیاء والشهداء احیاء ومن انکر من حیاتهم فهو خارج عن مذاهب الاربعۃ وهو ضال مضل۔

للمؤلف

انما الرسل والشهداء لا یموتون
بل احیاء عند ربهم یرزقون

بل الکفار لیس یحی فی قبورهم
والانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون

عامر القادری یوم الاحد ۱۵ نوامبر ۱۹۷۶ء میلادی

نہیں چھوڑے جاتے اپنی قبور میں چالیس[44] رات کے بعد ولیکن وہ اللہ کیلئے نمازیں پڑھیں گے تا قیامت۔

اور کہا ابو یعلیٰ نے وہ راوی ہیں ابو ہریرہ سے کہ سنا میں نے نبی علیہ السلام سے فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضے میں میری جان ہے جس نے نازل کیا عیسیٰ[14] ابن مریم پھر اگر کھڑا ہو میری قبر پر اور کہے یا محمد البتہ میں ضرور جواب دوں گا۔

اور کہا ابن سعد نے طبقات میں اور ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں روایت ہے سعید بن المسیب سے کہ وہ لازماً جایا کرتے تھے مسجد کو شدید گرمی میں اور لوگ

کہا پس جب میں تیار ہوتا نماز کیلئے سنتا میں آذان قبر کے آگے حصہ سے اور شہداء زندہ ہیں جس نے اُنکی حیات سے انکار کیا پس وہ خارج ہے مذاہب اربعہ سے اور وہ گمراہ ہے اور ونکو گمراہ کرنے والا ہے۔

یہ شعر مصنف کے لیے

بے شک شہداء اور رسول نہیں مرے ہوئے
بلکہ زندہ ہیں رب کے پاس سے رزق کھاتے ہوئے

ولیکن زندہ ہیں کفار مثل نبی ہمارے کے
اور انبیاء زندہ ہیں قبور میں نمازیں پڑھتے ہوئے۔

الوسیلۃ بالانبیاء والاولیاء

الوسیلۃ ثابتۃ بنص قطعی لقولہ تعالٰی وابتغوا الیہ الوسیلۃ۔
ولما جاءھم کتاب من عند اللہ مصدق لما معھم وکانوا
من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءھم ما
عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکفرین۔
ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک فاستغفروا اللہ
واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا الرحیما۔
ان قلت الانبیاء والاولیاء لیس الوسیلۃ بھم عند اللہ
بل الوسیلۃ عند اللہ العمل الصالح ؟

قلنا

قولک بل الوسیلۃ العمل الصالح فای الحجۃ عندک ان عملک
مقبول عند اللہ فثبت وسیلۃ العمل الصالحۃ جائز ولکن
شک فی قبولیتہ والوسیلۃ الانبیا لیس فیہ شک ومن
اوشک فی مقبولیتھم فقد کفر۔ وایضا یسل الوسیلۃ الامام

وسیلہ انبیاء و اولیاء کا

وسیلہ ثابت ہے قطعی نص سے یہ قول رب تعالیٰ کا اور طلب کرو اسکی طرف وسیلہ
اور جب آئی انکے طرف کتاب اللہ کی طرف سے تصدیق کرنے والی گزشتہ کتابوں کو اور تھے
قبل ازیں طلب فتح کرتے تھے کافروں پر پس جب آئی انکے طرف جو پہچانا انہوں نے بلکہ منکر
ہوئے اس سے پس لعنت ہو اللہ کی کافروں پر۔
اور اگر یہ لوگ اپنی جانوں پہ ظلم کرکے آپ کے پاس آئیں پس بخشش ان کو رب تعالی اور
بخشش مانگے ان کیلئے رسول البتہ ضرور پائینگے اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان
اگر تو کہے کہ انبیاء اولیا وسیلہ نہیں بلکہ وسیلہ عند اللہ عمل صالح ہے۔

قلنا

قول تیرا کہ عمل صالح وسیلہ ہے۔ پس کیا دلیل ہے تیرے پاس کہ تیرے عمل اللہ کے ہاں مقبول ہیں
پس ثابت ہوا کہ وسیلہ اعمال صالح کا جائز ہے۔ لیکن اسکی مقبولیت میں شک ہے اور وسیلہ میں
انبیاء کا اس میں کوئی شک نہیں اور جس نے شک کیا ان کی مقبولیت میں وہ کافر ہے اور اسی طرح
وسیلہ پکڑا امام اعظمؒ نے

الاعظم رضی اللہ عنہ فی قصیدۃ النعمان بن ثابت
یا سید السادات جئتک قاصدا۔ ارجوا رضاک واحتمی بحماک۔ قصیدۃ النعمان و مجموعہ قصائد ص ۲۱ مطبوعہ مجتبائی دہلی
وایضاً قال امام شرف الدین بوصیری[۱] فی قصیدۃ البردۃ
یا اکرم الخلق مالی من الوذ بہ۔ سواک عند حلول الحادث العمم
وایضاً قال مولانا جامی[۲] المصنف لشرح جامی فی زلیخا
ز مہجوری برآمد جان عالم ۔ ترحم یا نبی اللہ ترحم
نہ آخر رحمۃ للعالمینی ۔ ز محروماں چرا غافل نشینی زلیخا
وقال مولانا شاہ عبد العزیز محدث الدہلوی فی تفسیر عزیزی پارہ عم سورۃ والضحیٰ
یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجهک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا ای بزرگ توئی قصہ مختصر
وایضاً قال رئیس المخالفین مولوی اشرف علی التھانوی

---

(۱) محمد البوصیری توفی سنة ٦٩٥ هـ. [١٢٩٥ م.] في مصر

(۲) عبد الرحمن الجامي توفي سنة ٨٩٨ هـ. [١٤٩٢ م.] في هرات

قصیدہ نعمان میں۔ کہ اے سرداروں کے سردار آیا ہوں تیرے پاس قاصد۔ اُمید رکھتا ہوں
تیری رضاجوئی کی اور حمایت کر ساتھ حمایت اپنی کی۔
اور اسی طرح کہا امام بوصیریؒ نے قصیدہ بردہ میں۔ اے مہربان مخلوق کے آپکے سوا میرا
کوئی نہیں مصیبتوں کے وقت جسکی پناہ لوں۔
اور اسیطرح کہا مولانا جامیؒ نے جو شرح جامی کے مصنف ہیں زلیخا میں
جدا سے عالم کی جان نکل رہی ہے یا رسول اللہ رحم فرمایئے کیا آپ رحمۃ للعالمین نہیں ہیں؟ پھر
ہم مہجوروں سے کیوں فارغ ہو بیٹھے۔
اور کہا مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ نے تفسیر عزیزی میں
اے صاحب جمال والے اور اے بشر کے سردار آپکے چہرہ مبارک سے چاند منور ہے نہیں ممکن
تعریف تمہاری جیسا کہ حق ہے مختصر یہی ہے کہ خدا کے بعد آپ کی ذات بزرگ ہے
اور اسی طرح کہا منا الفی کے سردار مولوی اشرف علی تھانوی نے

یاشفیع العباد خذ بیدی أنت فی الاضطرار معتمدی

نشر الطیب مطبوعہ تاج کمپنی ص ۱۹۴ حوالہ بز ۳ ۱ے تاج

فتوی درجواز التوسل بالانبیاء والاولیاء عند الوہابیۃ

عندنا وعند مشائخنا یجوز التوسل فی الدعاء من الانبیاء

والاولیاء والشہداء والصالحین عند حیاتہم وعند

بعد وفاتہم بہذ اللفظ اللہم یسئلک بوسیلۃ فلان

و یقول کہذ الکلمات شیخ مولوی محمد اسحاق[1] محدث دہلوی ثم

المکی وفتاوی رشیدیہ جلداول ص ۹۳

اللہم انصرنا علیہم بالنبی المبعوث فی اخر الزمان بنجد

صفتہ فی التوراۃ وبہذ الکلام یستفتحون الیہود الوسیلۃ

بجاہ النبی الکریم کما فی معالم التنزیل والخازن و

تفسیر الکبیر وتفسیر مظہری لقاضی ثناء اللہ پانی پتی[2] ص ۱۹۴ ج ۱

وتفسیر جمل الجلد الاول ص ۷۷ مطبوعہ مصر

وعن انس بن مالک ان عمر بن الخطاب انا کنا نتوسل

الیک بنبینا علیہ السلام فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم النبی

---

(۱) محمد اسحاق بن افضل بن عبد العزیز الدهلوي النجدي توفي سنة ١٢٦٢ هـ. [١٨٤٥ م.]

(٢) ثناء الله پانیپتی خلیفه مظهر جانجانان توفي سنة ١٢٢٥ هـ. [١٨١٠ م.] في پانی پت هند و سید مظهر جانجانان استشهد سنة ١١٩٥ هـ. [١٧٨١ م.] في دلهی

اے شفاعت کرنے والے بندوں کے میرا ہاتھ پکڑ لیجیے اس لئے کہ تو میرا آپ پر اعتماد ہے مصائب میں فتوای جواز توسل میں انبیاء و اولیاء کیساتھ وہابیہ کے نزدیک۔ ہم اور ہمارے علماء توسل کو دعاؤں میں جائز سمجھتے ہیں اولیاء انبیاء و شہداء اور صالحین کا اُنکی حیات میں اور بعد وفات میں ان الفاظ سے اے اللہ تجھ سے سوال کرتا ہوں بحق فلاں کے اور اس جیسے اور کلمات کہے۔

اے اللہ مددگار ہو ہمارا نبیؐ سے جو مبعوث ہو گئے آخر زمانہ میں نعت اُنکی ہم نے توراۃ میں پائی اس کلام سے یہود وسیلہ کرتے تھے ساتھ بزرگی نبی علیہ السلام کے جیسا کہ معالم التنزیل اور خازن میں، اور تفسیر کبیر میں

اور روایت ہے انس بن مالک سے کہ عمر بن الخطاب ہم توسل کرتے تھے تیری طرف نبی علیہ السلام سے پس تو ہم پر بارش برسا دیتا تھا اور اب ہم توسل کرتے ہیں تیری طرف نبی علیہ السلام سے

فاسقنا قال فيسقون رواہ البخاری ص۱۳۷ ج۱ والمشکوٰۃ فی باب صلوٰۃ الاستسقاء۔

عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لما اعترف ادم علیہ السلام بالخطیئۃ قال یا رب اسئلک بحق محمد لما غفرت لی فقال اللّٰہ یا ادم کیف عرفت محمدا الخ فقال اللّٰہ تعالیٰ اذ سئلتنی بحقہ فقد غفرت لک ولولا محمد ما خلقتک۔ شفاء السقام[۱] ص۱۶۲، ۱۶۱

وقال شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ[۲]۔ انا المرید جامع لشتاتہ اذا ما سطا جوار الزمان بنکبۃ وان کنت فی ضیق وکرب ووحشۃ فناد بیا زروق آت بسرعۃ بستان المحدثین ص۱۳۵ واردو ص۲۰۶

ومن انکر التوسل بہ باحد ھذین المعنیین فھو کافر مرتد یستتاب فان تاب والا قتل مرتدا۔ التوسل والوسیلۃ ص۱۳ بیروت

واما دعائہ وشفاعتہ وانتفاع المسلمین بذالک فمن انکرہ فھو ایضا کافر۔ التوسل والوسیلۃ ص۱۳ مطبوعہ بیروت لبنان

---

(۱) مؤلف شفاء السقام ابو الحسن علي السبكي توفي سنة ٧٥٦ هـ. [١٣٥٥ م.] في القاهرة

(۲) شاه عبد العزيز دهلوى ابن شاه ولى الله دهلوى توفى سنة ١٢٣٩ هـ. [١٨٢٤ م.] فى دلهى

پس برسا ہم پر پس برسی بارش ۔
روایت ہے عمر بن الخطاب سے کہ فرمایا رسول اللہ نے جب سرزد ہوئی خطا آدم علیہ السلام سے کہ اے رب سوال کرتا ہوں تجھ سے بوسیلہ محمدؐ کے بخشدے مجھے پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم کیا جانتا ہے تو محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو الخ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب تو مجھ سے محمدؐ کی وسیلہ سے مانگتا ہے تو میں نے تجھے بخش دیا ۔
اور کہا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے میں اپنے مرید کا اس کی پراگندیوں میں جامع ہوں جبکہ جور زمانہ سختیوں کے ساتھ اس پر حملہ کرے گا اگر تو تنگی اور سختی میں ہو تو یا رزوق کہہ کر مجھے پکاریں جلدی آؤں گا

اور جس نے انکار کیا توسل کا ان معنیٰ سے پس وہ کافر و مرتد ہے توبہ کرے ورنہ قتل ہو گا مرتد

اور وہ جو دعا ہے اور شفاعت ہے آپؐ کی اور نفع پہنچانا مسلمانوں کو آپؐ کے ساتھ پس جس نے انکار کیا اس سے پس وہ اسی طرح کافر ہے ۔

استفتاء

اخذ الاجرة بلا شرط علیٰ تعلیم القرآن جائز ام لا بینوا وتوجروا؟

الجواب بعون الملک الوهاب

اخذ الاجرة بلا شرط علیٰ تعلیم القرآن جائز فی زماننا کما فی کتب الفقهاء۔ والمفتیٰ الیوم بصحتها لان المنع فی ذلک الزمان لرغبة الناس فی التعلیم وحسبة ومروة المتعلمین فی مجازات الاحسان بالاستحسان بلا شرط فی زماننا۔ شرح الیاس المجلد الثالث ص ۱۲۳

وبعض مشائخنا استحسنوا الاستیجار علی تعلیم القرآن الیوم لانه ظهر التوانی فی الامور الدینیة ففی الامتناع یضیع حفظ القرآن وعلیه الفتویٰ۔ ہدایہ جلد الثالث ص ۳۰۳

وقال فی البریقة[۱] شرح الطریقة المحمدیة اذا لم یکن عقد ولا شرط فقرو الروح المیت رضاء للہ تعالیٰ فاعطاه قریب المیت شیئاً من المال فجائز۔ البریقة ص

ویجوز الاستیجار علی القرءة والدعاء حادی الفتاوی ص ۱۹۷ مطبوعہ

---

(۱) مؤلف البریقة محمد الخادمي توفي سنة ۱۱۷۶ هـ. [۱۷٦۲ م.] في قونية

فتویٰ

اُجرت بلا شرط تعلیم قرآن پر لینا جائز ہے یا نہیں بینوا و توجروا ؟

جواب

اُجرت بلا شرط تعلیم قرآن پر لینا ہمارے زمانہ میں جائز ہے جیسا کہ کُتب فقہاء میں
اور فتویٰ اسکے صحیح ہونے پر ہے اس لئے کہ منع اس زمانہ میں واسطے رغبت لوگوں
کے تعلیم میں از روئے حسبت اور کسانی متعلمین کیلئے بارے احسان بالاحسان
بغیر شرط کے جائز ہے۔

اور علماء ہمارے نے مستحسن جانا اُجرت تعلیم قرآن پر آج کل اس لئے کہ ظاہر
ہوا اپنانا امور دینیہ میں پس اسکے منع کرنے سے ضائع ہوتا ہے حفاظت قرآن کی
اور اسی پر فتوای ہے۔
اور کہا بریقہ شرح طریقہ محمدیہ میں جب کہ نہ ہو عقد اور شرط پس پڑھا جائے
میت کی روح کیلئے اللہ کی رضا کی خاطر پس دے قریب میت سے ختم مال سے
پس جائز ہے۔
اور جائز ہے اُجرت قرءت اور دُعا پر۔

ویجوز الاستیجار علی تعلیم القرآن وقرءة القرآن عند القبر
عالمگیری[1] تعلیم اللغة والادب ص ۲۷۲ جلد خامس۔
نثبت ان الاستیجار علی تعلیم القرآن جائز فی زماننا کما اختاره
علماء المتاخرین۔
مفتی اعظم سرحد علامہ شائستہ گل صاحب المتوی و مولانا عبد السبحان القادری
و مولانا عامر القادری ہو الصحیح المجیب المصیب مولانا محمد یعقوب قادری
الغیب العطائی للنبی علیہ السلام
تعریف ما غاب عن العباد
اثبات بالآیات۔ قولہ تعالیٰ فلا یظھر علی غیبہ احد الا
من ارتضیٰ من رسول پ ۲۹ الجن
وما ھو علی الغیب بضنین ای ما ھو البخیل علی الغیب
فأن اللہ لا یخفی الغیب علی النبی علیہ السلام بل یظاھر
علیہ جمیع المغیبات
فان قلت النبی علیہ السلام لیس العالم بغیب لقولہ تعالیٰ
وعندہ مفاتیح الغیب لا یعلمھا الا ھو۔ قل لا یعلم الغیب الا اللہ

(۱) محمد أورنكزيب عالمكير سلطان الهند توفي سنة ۱۱۱۸ هـ. [۱۷۰۷ م.]

اور جائز ہے اُجرت تعلیم قرآن پر اور پڑھنا قرآن کا قبر کے نزدیک

پس ثابت ہوا کہ اُجرت تعلیم قرآن پر ہمارے زمانہ میں جائز ہے جیسا کہ علماء متاخرین نے مختار کیا ہے۔

غیب عطائی النبی علیہ السلام

تعریف جو غائب ہوا آدمیوں سے

یہ قول رب تعالیٰ کا پس نہیں ظاہر کرتا ہے غیب کو کسی پر مگر جس رسول پر راضی ہو جائے۔

اور نہیں وہ غیب بتانے میں بخیل پس اللہ تعالیٰ نہیں پوشیدہ کرتا غیب کو بلکہ ظاہر کرتا ہے تمام مغیبات کو آپؐ پر

پس اگر تو کہے کہ نبی علیہ السلام عالم الغیب نہیں واسطے قول رب تعالیٰ کے اور اسکے ہاں غیب کی کنجیاں ہیں نہیں جانتا کوئی اسے مگر وہی۔ فرما دو نہیں جانتا کوئی غیب

ان اللہ عندہٗ علم الساعۃ و ینزل الغیث و یعلم ما فی الارحام و ما تدری نفس ما تکسب غدا و ما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر

قلنا

یعطی الغیب للنبی علیہ السلام کما قال اللہ تعالیٰ ذالک من انباء الغیب نوحیہ الیک و قال قاضی عیاضؒ فالنبوۃ فی لغۃ من ھمز ماخوذۃ من النبا و ھو الخبر والمعنی ان اللہ تعالیٰ اطلعہ علی غیبہ

شفا شریف المجلد الاول ص ۱۶۱-۱۶۰

و قال اللہ تعالیٰ و ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب و لکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء فآمنوا باللہ و رسولہ و ان تؤمنوا و تتقوا فلکم اجر عظیم۔ و قال الشاعر۔ تو دانائے ما کان و ما یکون ہے

مگر بے خبر بے خبر دیکھتے ہیں۔

ای یا رسول اللہ ان اللہ تعالیٰ یعطی لک الغیب و لکن الوھابیۃ لا ینظرون الی غیبک۔

و قال حسین احمد الدیوبندی للنبوۃ علم الملائکۃ و علم التقدیر و علم احوال الساعۃ و علم الحشر و النشر و علم الجنۃ و النار و علم الحلال و الحرام

سوائے اللہ کے اور اللہ کے نزدیک علم ہے قیامت کا اور نزول بارش کا اور جانتا ہے ارحام میں سب کچھ اور نہیں جانتا کوئی کس زمین پر مرے گا اللہ تعالیٰ عالم ہے باخبر ہو

قلنا

بس نبی علیہ السلام کو علم غیب دیا گیا ہے جیسے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے یہ غیب کی خبریں ہیں ہم نے آپؐ کی طرف وحی کیں اور کہا قاضی عیاضؒ نے پس نبوت لغت میں ماخوذ ہے نبأ اور خبر ہے اور معنیٰ یوں ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مطلع کیا آپ پر غیب کو اور یہ قول رب تعالیٰ کا اور نہیں رب تعالیٰ کہ اطلاع دے تم کو غیب پر ولیکن اللہ جس رسول کو چن لے پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اسکے رسول پر اگر تم ایمان لائے اور ڈرے پس تمہارے لیئے اجر عظیم ہے

شعر کا مطلب ۔ یعنی یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو علم غیب عطا فرمایا ولیکن وہابیہ آپکے غیب کو نہیں دیکھتے۔

اور کہا حسین احمد مدنی دیوبندی نے نبوت میں مدائکہ کا علم تقدیر کا علم اور قیامت کا علم حشر و نشر کا علم جنت و دوزخ کا علم حلال و حرام کا علم ۔

الشہاب الثاقب ص۱۰۱

من استوعب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم او اھانہ، فقد کفر کما فی خلاصۃ الفتاوی

فی بیان الفاظ و کلمۃ الکفر۔

والوھابیہ یقولون واما الغیب للنبی علیہ السلام فعالم علیہ زید و عمر

العیاذ باللہ۔

علم ما فی الارحام للنبی علیہ السلام

اخرج الخطیب[۱] و ابو نعیم فی الدلائل عن ابن عباس قال حدثتنی ام الفضل

قال مررت بالنبی علیہ السلام فقال انک حامل بغلام الخ طبرانی فی الکبیر

و قال السیوطی بسند حسن صحیح کما فی جامع الکبیر۔

علم بای ارض تموت

وفی صحیح مسلم عن انس[۲] بدب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الناس

فانطلقوا حتی نزلوا بدرا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذا مصرع

فلان ویضع یدہ علی الارض ھھنا و ھھنا فقال فما ماط رای ما زال) و

ما تجاوز احدھم عن موضع ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی حدیثہ

عن امیر المومنین عمرؓ والذی بعثہ بالحق ما اخطؤا الحدود التی حدہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رواہ مسلم

---

(۱) الخطیب البغدادي احمد الشافعي توفي سنة ٤٦٣ هـ. [١٠٧١ م.] في بغداد

(۲) مسلم النیشابوري الشافعي توفي سنة ٢٦١ هـ. [٨٧٥ م.] في نیشابور

جس نے نبی علیہ السلام کی عیب جوئی کی اور اہانت کی پس تحقیق وہ کافر ہے کما فی خلاصۃ الفتاویٰ
بیان الفاظ الکفر اور کلمہ کفر میں ہے۔
اور وہابیہ کہتے ہیں کہ غیب نبی علیہ السلام جیسا زید و عمر کیلئے بھی ہے۔ نعوذ باللہ

ما فی الارحام کا علم

کہا خطیب نے اور ابو نعیم نے دلائل کے اندر روایت ہے ابن عباسؓ سے کہا کہ بتایا مجھے ام الفضل نے
کہ گزری میں نبی علیہ السلام پر پس فرمایا آپ نے بیشک تو حاملہ ہے لڑکے پر

علم کہ کونسی جگہ مرے گا

اور صحیح مسلم میں ہے روایت ہے انسؓ سے
یہاں تک کہ پہنچے بدر کو پس فرمایا نبی علیہ السلام نے کہ یہ فلاں کی مرنے کی جگہ ہے
اور ہاتھ رکھا اپنا زمین پر جگہ جگہ پورا وی کہتے ہیں کہ نہیں ہوئی تبدیل جگہ کسی کی جہاں
آپ نے ہاتھ رکھا تھا اور ایک حدیث میں روایت ہے امیر المؤمنین عمرؓ سے کہ قسم ہے جس نے
بھیجا آپ کو حق کیساتھ نہیں خطا ہوتی حدیں وہ جو حد رکھی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

علم وینزل الغیث

اخرج البیہقی عن ابن عباس قال اصابتنا سحابۃ فخرج علینا النبیﷺ فقال ان ملکا موکلا بالسحاب دخل علی انفا فسلم علی واخبرنی ان یسوق السماء الی واد بالیمن یقال لہ ضریح فجاء نا راکب بعد ذلک فسألناہ عن السحابۃ فاخبر انہم مطروا فی ذلک الیوم قال البیہقی ولہ شاھد مرسل عن بکر بن عبد اللہ المزنی ان النبی علیہ السلام اخبر ناعن مالک السحاب انہ یجیئ من بلد کذا وانہم مطروا یوم کذا اوانہ صلی اللہ علیہ وسلم - الدولۃ المکیہ

علم وما تدری نفس ماذا تکسب غدًا

وفی الصحیحین عن سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فی حدیث خیبر قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لاعطین ھذہ الرایۃ غدًا رجلا یفتح اللہ علی یدیہ یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ فاعطاھا علیًا۔ فثبت انہ علیہ السلام کان یقول موکدًا باللام والنون فقد علم - الدولۃ المکیہ - لاحمد رضا خان بریلوی[1]

---

(۱) احمد رضاخان البریلوي توفي سنة ۱۳٤۰ هـ. [۱۹۲۱ م.]

علم بارش کا

روایت کی ابن عباس سے بیہقی نے کہ پہنچا ہمیں بادل میں نکلے ہم پر نبی علیہ السلام پس فرمایا کہ بادل کا فرشتہ میرے پاس آیا اور مجھ پر سلام کیا اور مجھے بتایا کہ بارش ہوگی وادی یمن میں جسے ضریح کہتے ہیں پس آیا ایک مسافر سوار اسکے بعد پس ہم نے بادل کا پوچھا پس بتایا کہ یہ بارش کرینگے اسی دن میں لفظ بیہقی کا ہے اُس واسطے شاہد مرسل تھا۔ روایت ہے بکر بن عبداللہ المزنی سے کہ تحقیق نبی علیہ السلام نے ہم کو بتایا بادل کے فرشتہ سے کہ یہ آئے فلاں شہر کو اور اس دن بارش کرینگے

علم کہ صبح کوئی کیا کریگا۔

اور صحیحین میں ہے روایت سہل بن سعد سے حدیث خیبر میں کہ یہ قول آپ ﷺ کا کہ البتہ ضرور دوں گا یہ جھنڈا صبح اُس آدمی کو جس کے ہاتھوں اللہ فتح دے گا جسے محبوب رکھتا ہے اللہ اور رسول اُس کا اور وہ محبت رکھتا ہے اللہ ورسول کے ساتھ پس دیا وہ جھنڈا علیؓ کو پس ثابت ہوا نبی علیہ السلام فرمارہے تھے ساتھ لام اور نون تاکیدی کے ساتھ پس تحقیق اُن کو علم تھا۔

قول غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وقد ذکر شاہ عبد العزیز محدث الدہلویؒ فی تفسیر فتح العزیز والاطلاع علی اللوح المحفوظ بمطالعۃ النقوش ایضاً منقول عن بعض الاولیاء اللہ تعالیٰ۔ کما قال سیدنا غوث اعظمؒ عینی فی اللوح المحفوظ قال الامام القسطلانیؒ فی ارشاد الساری شرح بخاری ولا یعلم متیٰ تقوم الساعۃ احد الا اللہ والا من ارتضی من رسول فانہ یطلعہ علیٰ مایشاء من غیبہ والولی تابع لہ یاخذ عنہ۔

وقال العلامۃ حسن بن المدابغی فی حاشیۃ فتح المبین و فی شروح الاربعین للنووی، جمع ای اللہ تعالیٰ لم یقبض روح نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام حتیٰ اطلعہ علیٰ کل ما ابھمہ عنہ الا انہ امر بکتم بعض والاعلام ببعض۔ انتہیٰ۔

وقال ابراھیم بیجوریؒ[1] فی شرح قصیدۃ البردۃ۔ انہ لم یخرج النبی علیہ السلام من الدنیا الا بعد ان علمہ اللہ تعالیٰ بھذہ الامور (اعنی الخمس)

---

(١) ابراهیم الباجوري المصري الشافعي توفي سنة ١٢٧٦ هـ. [١٨٥٩ م.]

ارشاد غوث اعظم کا

اور تحقیق ذکر کیا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے تفسیر فتح العزیز میں کہ اطلاع لوحِ محفوظ پر بمطالعہ نقوش کے اسی طرح منقول ہے بعض اولیاء اللہ تعالیٰ سے جیسا کہ فرمایا سیدنا غوث اعظمؓ نے میری آنکھیں لوح محفوظ پر ہیں امام قسطلانی نے بخاری کی شرح ارشاد الساری میں اور نہیں جانتا کوئی کہ کب قیامت قائم ہوگی سوائے اللہ کے مگر جس رسول پر اللہ راضی ہو جائے پس وہ مطلع کرتا ہے اُسے جس پر چاہے غیب سے اور ولی تابع ہے نبی کو اُس سے لیتا ہے۔

اور کہا علامہ حسن بن مدابغی نے حاشیہ فتح المبین اور شرح اربعین نووی میں اجماع ہے اس پر کہ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کی روح قبض نہیں کی حتیٰ کہ مطلع کیا آپؐ کو تمام پر اُس سے مگر کہ آپؐ مامور ہیں پوشیدہ کرنے پر اُسے بعض پر اور بتانے بعض پر

اور کہا ابراہیم بیجوری نے شرح قصیدہ بُردہ میں کہ نبی علیہ السلام نہیں گئے دُنیا سے مگر بعد یکہ علم دیا آپ کو اُمور خمسہ کا۔

شفاعة النبي عليه السلام للمؤمنين

ثبت بنص قطعي لا ريب فيه لقوله تعالى : يومئذ لا تنفع الشفاعة الا من اذن له الرحمن ورضي له قولا سوره طٰہٰ ۔

وفي هذه عقيدة الوهابية ايضا فيه ليس احد بشافع من النبي والولي ومن اعتقد انهما شفيع هو مشرك كابوجهل تقوية[1] الايمان ص۸

ثم تلونا قوله تعالى ولا تنفع الشفاعة عنده الا لمن اذن له سورہ سبأ وقوله تعالى ما من شفيع الا من بعد اذنه سورہ يونس ۔

واما السنة فما روي عن عثمان يشفع يوم القيمة ثلاثة الانبياء ثم العلماء ثم الشهداء ۔ جامع صغير ص $\frac{۲۰۷}{ج-۲}$

شفاعتي لاهل الكبائر من امتي مشكوٰة ص۴۹۴

شفاعتي لأهل الذنوب من امتي جامع صغير ص $\frac{۳۳}{ج-۲}$

فثبت ان الانبياء والاولياء شفيع للمذنبين يوم القيمة ومن انكر من الشفاعة كالوهابية فالنبي لا يشفع له والوهابية حرم عليهم الشفاعة لما في فتح الباري من كذب بالشفاعة فلا نصيب له فيها فتح الباري ص۱۹۰ $\frac{۲۷}{پ}$ رضؔ

---

(١) مؤلف تقوية الايمان اسماعيل الدهلوي الوهابي توفي سنة ١٢٤٦ هـ. [١٨٣١ م.]

شافع ہونا نبی علیہ السلام کا مؤمنوں کیلئے۔

شفاعت نصِ قطعی سے ثابت ہے اسمیں کوئی شک نہیں واسطے قول رب تعالیٰ کے اُس دن نفع نہ دیگی شفاعت مگر کہ جسے اِذن دے رب تعالیٰ اور راضی ہو اس پر

اور اس جگہ میں وہابیہ کا عقیدہ ہے کہ کوئی نبی ولی شفاعت نہیں کرسکتا اور جس نے اُن کو شفیع اعتقاد کیا وہ ابوجہل جیسا مشرک ہے

پھر ہم کہتے ہیں کہ فرمان رب تعالیٰ کا اور اسکے نزدیک شفاعت نفع نہیں دیتی مگر جسے حکم دے اور یہ قول رب تعالیٰ کا کوئی شفیع نہیں مگر اُس کے حکم کے بعد

اور حدیث میں جو روایت ہے عثمانؓ سے شفاعت کرینگے قیامت کے دن تین انبیاء علماء شہداء۔

میری شفاعت بڑے گنہگاران اُمت کیلئے۔

وقال الامام الاعظم[1] شفاعة الانبياء حق و شفاعة نبينا عليه الصلوٰة والسلام للمؤمنين المذنبين ولأهل الكبائر منهم المستوجبين للعقاب حق ثابت شرح عقائد ص ۸۷ وفقه اکبر ص ۳

وانکار شفاعت بدعت وضلالت است چنانکه خوارج وبعض معتزله بران رفتند۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد الرابع ص ۴۰۸

و شفاعت الاولیاء ایضا ثابت باحادیث کثیرۃ فمن الاول عن ابن عباس قال النبی علیه الصلوٰة والسلام سیکون فی امتی رجل یقال له ادریس بن عبد الله القرنی وان شفاعته فی امتی مثل ربیعة ومضر جامع الصغیر ص ۳۳ ج ۲

فان قلت الولی لیس بشافع یوم القیمة

قلنا

الولی تابع للنبی فکیف شفاعة الاولیاء لا ینتفع للمذنبین لما ذکرنا۔ والولی کان عالما۔ ان کان الولی لیس بعالم فهو لیس بولی۔

ونعتقد ان شفاعة نبینا صلی الله علیه وسلم وجمیع الانبیاء والصالحین حق ولکن بعد اذن الله للشافع۔

قواعد الاربعة ص ۱۲ مطبوعه بیروت

---

(۱) امام اعظم نعمان بن ثابت کوفی ولد سنة ۸۰ و توفی سنة ۱۵۰ هـ. [۷۶۷ م.] فی بغداد

پس ثابت ہوا کہ انبیاء اولیاء شافع ہونگے مؤمنین کیلئے قیامت کے دن - اور جسنے انکار
کیا شفاعت سے جیسے وہابیہ کے پس نبی علیہ السلام اُس کیلئے شفاعت نہیں کرینگے - اور وہابیہ
پر شفاعت حرام ہے جیسا کہ فتح الباری میں ہے جس نے شفاعت کو جھٹلایا اُس کیلئے اُس میں کوئی
حصہ نہیں -

اور کہا امام اعظمؒ نے شفاعت انبیا کی حق ہے اور شفاعت نبی علیہ السلام کی مؤمن گنہگاروں
کیلئے اور بڑوں کیلئے جو مستوجب ہیں عذاب کے حق ہے ثابت ہے۔
اور انکار شفاعت بدعت و گمراہی ہے جیسا کہ خوارج و معتزلہ کا عقیدہ ہے۔

اور شفاعت اولیاء اللہ کی بھی احادیث کثیرہ سے ثابت ہے۔ روایت ہے ابن عباس
سے کہ فرمایا نبی علیہ السلام نے عنقریب میری اُمت میں ایک اویس بن عبداللہ قرنی
نامی شخص ہوگا۔

اور اُسکی شفاعت میری اُمت میں مثل ربیعہ و مضر کی ہوگی۔
اگر تعجب ہے کہ ولی دن قیامت کے شفیع نہیں ہوسکتا

قلنا

ولی تابع ہوتا ہے نبی کے پس کیونکر اولیاء کی شفاعت گنہگار مومنین کو نہ ہوگی جیسے ہم نے
ذکر کیا ہے اور ولی ہوتا ہے عالم - اگر وہ ولی عالم نہ ہو تو وہ ولی ہی نہیں ۔

اور ہمارا عقیدہ ہے کہ شفاعت نبی علیہ السلام کی اور تمام انبیاءؑ کی حق ہے - ولیکن
اللہ کے اذن کے بعد۔

ایصال الثواب للاموات

هی ثابت بدلیل قطعی وقد تواترت به الاخبار ان کان۔
بالدعاء والمال

قولہ تعالیٰ وصلّ علیهم ان صلوٰتک سکن لهم التوبہ پ ۱۱

واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنات سورہ محمد پ ۲۶

والملئکة یسبحون بحمد ربهم ویستغفرون لمن فی الارض شوریٰ پ ۲۵

واما السنة فما روی عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن جابر
قال شهدت مع رسول اللّٰہ الاضحیٰ فی المصلیٰ فلما قضی خطبته نزل
من منبره واتی بکبش فذبحه رسول اللّٰہ بیده وقال بسم اللّٰہ
اللّٰہ اکبر هذا عنی وعمن لم یضح من امتی رواہ ابو داؤد باب العیدین

عن ابی هریرة اذا مات الانسان انقطع عمله الا من ثلث صدقة
جاریة او علم ینتفع به او ولد صالح یدعو له جامع الصغیر ص ۲۹ ج ۱

وفی دعاء الاحیاء للاموات وصدقتهم عنهم نفع لهم خلافاً
للمعتزلة شرح عقائد نسفی[۱] ص ۱۲۲ الطحاوی ص ۲۴۱ شرح القاری للفقه اکبر ص ۱۵۶
وفتح القدیر[۲] المجلد الاول ص ۴۰۴ ۔

---

(۱) شارح العقائد النسفي سعد الدين مسعود التفتازاني توفي سنة ۷۹۲ هـ. [۱۳۸۹ م.] في سمرقند

(۲) مؤلف فتح القدير كمال الدين محمد ابن همام توفي سنة ۸۶۱ هـ. [۱۴۵۶ م.]

مُردوں کیلئے ایصال ثواب

یہ ثابت ہے دلیل قطعی سے اور اس پر احادیث بھی دلالت کرتی ہیں اگرچہ ہو ساتھ مال کے اور دُعا کے۔

یہ قول رب تعالیٰ کا او دعا بھیجو ان پر تحقیق آپؐ کی دُعا اُن کیلئے تسکین ہے۔

اور بخشش مانگیں آپ گنہگار مومنوں اور مومنات کیلئے

اور ملائکہ تسبیح کرتے ہیں ساتھ حمد اپنی ربکے اور زمین والوں کیلئے بخشش مانگتے ہیں۔

اور حدیث جو ہے نبی علیہ السلام کی روایت ہے جابر سے کہا کہ حاضر تھے ہم ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عید الضحےٰ میں عید گاہ میں جب آپؐ خطبہ پڑھکر فارغ ہوئے اُترے منبر سے لایا گیا ایک گوسفند پس ذبح کیا اُسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اور کہا بسم اللہ اللہ اکبر۔ یہ میری قربانی اور جو میری اُمت سے نہیں کرسکتا اُسکیطرف سے ہے۔

روایت ہے ابو ھریرہؓ سے جبوقت فوت ہو انسان منقطع ہوتے ہیں عمل اُسکے سوائے تین کے صدقہ جاریہ۔ اور علم کہ نفع حاصل کرے اُس سے یا بچہ صالح کہ دُعا کرے اس کیلئے۔

اور دُعا کرنا زندوں کا اور صدقہ دینا مردوں کیلئے نفع ہے اُن کے لئے خلاف ثابت ہے معتزلہ کیلئے۔

اور شرح بخاری میں ہے کہ صدقہ نافلہ مٹانے والا ہے بہت گناہوں کو جو داخل کرتے ہیں دوزخ میں۔

آزاد کیا اگر غلام تو ثواب میت کو ہوگا اور اسی طرح صدقات اور دعوات مال

وفی شرح البخاری القسطلانی۔ الصدقۃ النافلۃ ماحیۃ لکثیر من الذنوب المدخلۃ النار کتاب العلم ص ۱۹۰ ج ۱ فتح القدیر ص ۴۰۴ ج ۱ اعتق عبدہ عن ابیہ فالاجر للمیت ان شاء اللہ تعالیٰ و کذا الصدقات والدعوات لابویہ و کل مؤمن یکون الاجر لہم من غیر ان ینتقص من اجر الابن شیٔ علی الصحیح من مذہب جمہور العلماء۔ درمختار۔ شامی ص ۷۹ ج ۵

ویستحب ان یتصدق علی المیت بعد الدفن الیٰ سبعۃ ایام کل یوم بشیٔ مما تیسر طحطاوی کتاب الجنایز ص ۳۶۳ اشعۃ اللمعات[1] ص ۶۳۴ برہنہ ۱۲ ص ۳۶۳ شامی جنائز ص ۶۳۰ ج ۱ فتح القدیر ص ۳۶۵ کبیری ص ۶۵۸

الضیافۃ ممنوع عند اھل المیت

وقال بعض الجہال من الوہابیۃ ان الطعام مکروہ عند اھل المیت الیٰ ثلثۃ ایام ؟ قلنا

صرح الفقہاء ان الطعام مکروہ عند اھل المیت ھو الضیافۃ کما فی خلاصۃ الفتاوی۔ لایباح اتخاذ الضیافۃ عند ثلاثۃ ایام خلاصۃ الفتاوی جلد ثانی ص ۵۳۶ تتارخانیۃ والہندیۃ جلد اول ص ۲۳۵

---

(۱) مؤلف أشعة اللمعات شرح المشكوة الفارسي عبد الحق الدهلوي توفي سنة ۱۰۵۲ هـ. [۱٦٤۲ م.] في دلهي

ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من اہل المیت۔ فتح القدیر جلد اول ص ۳۰۲ و
کبیری الجنائز ص ۶۵۷ و شامی ص ۶۰۳ جنائز

وبعض الجہال من الوہابیۃ والنیچیریۃ ان اتخاذ الطعام فی
اہل المیت منع مطلقا بدلیلہم وہو الحدیث روی عن جریر
بن عبد اللہ قال کنا نعد وفی روایۃ نری الاجتماع الی اہل المیت
وصنعہم الطعام من النیاحۃ رواہ احمد وکبیری ص ۶۵۷

قلنا

ان الفقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ صرح ان ہذا الحدیث فی حق الضیافۃ
فقط۔ ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من اہل المیت لانہ شرع فی السرور
لا فی الحزن وقالوا ہی بدعۃ مستقبحۃ لما روی امام احمد عن
جریر بن عبد اللہ الحدیث۔ کبیری ص ۶۵۷ وشامی جلد اول ص ۶۰۳
فثبت جواز ایصال الثواب فیایہا الوہابیۃ کلوا باسم اللہ لان
ایصال الثواب سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

عامر القادری غلام از غلامان مصطفیٰ و عبد المصطفیٰ ۱۹۷۶ء = ۱۳۹۶ھ
دار العلوم قادریہ سبحانیہ ڈرگ کالونی نمبر ۵ کراچی نمبر ۲۵ پاکستان

فہرس العقائد الصحیحۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله وكفى والصلوة والسلام
على نبيّه ورسوله المصطفى وعلى
آله واصحابه البررة التقى
امّا بعد فيقول العبد الضعيف
محمّد حسن جان الفاروقي الحنفي[1]
انّي رأيت في هذا الزمان اختلافا
كثيرًا بين الحنفيّة والوهابيّة
في العقائد حتّى في الالٰهيّات و
الرّسالة ومسائل الشريعة
المتعلقة بالعقائد وانجر اختلافهم
الى تكفير البعض بعضا وافترقت
الامة افتراقا فاحشا فاردت
اظهار عقائد اهل السنّة
والجماعة في جزء مراعيا للاختصار
مجتنبًا عن ذكر اقاويلهم الّا
بقدر الضرورة راجيا حفظ
عقائد المسلمين عن الزيغ والزلل
لعلّ الله ينفع به عباده
فانه على ما يشاء
قدير وبالاجابة
جدير۔ وليعلم انّي ما
استدل في هذه الرسالة
بالاحاديث الشريفة و

الحمد لله وكفى ۔ والسلام على نبيّه
ورسوله المصطفى وعلى آله
واصحابه البررة اهل التقى۔
حمد و صلوٰۃ کے بعد عبد ضعیف محمد حسن فاروقی
حنفی گذارش کرتا ہے کہ عہد حاضر میں وہابیہ
اور حنفیہ کے درمیان کمال اختلاف پڑا ہوا
ہے عام عقائد میں حتیٰ کہ الٰہیات میں اور مفہوم
رسالت میں اور ان مسائل شرعیہ میں بھی اختلاف
ہے جو عقائد سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ اختلاف
اب ایک دوسرے کی تکفیر تک پہنچ چکا ہے
جس کی وجہ سے امت محمدیہ میں ناگفتہ بہ
تشتت و افتراق پڑ گیا ہے اس لئے میں نے یہ
ارادہ کر لیا ہے کہ اس مختصر سی کتاب میں
اہل السنّت والجماعۃ کے عقائد مختصر طور پر
بیان کروں۔ اور حتی الوسع مخالفین کے اقوال
نقل کرنے سے کنارہ کش رہوں مگر بقدر
ضرورت نقل بھی کروں گا اور خدا سے امید کرتا
ہوں کہ وہ مسلمانوں کو کجروی اور اغلاط سے محفوظ
رکھ کر اس کتاب کی طفیل سے ان کو فائدہ بخشیگا
آئندہ خدا مالک ہے جو چاہے کرے اُسی کی
بارگاہِ عالی میں میری درخواست منظور ہو سکتی
ہے۔ واضح رہے کہ میں اس رسالہ میں عموماً نہ
احادیث شریف سے دلیل پیش کروں گا نہ

١) المتوفى سنة ١٣٤٩ هـ. [١٩٣١ م.]

اقوال الائمة والعلماء الاقليلا
توقيا لساحتهم السنية عن
شر السنتهم الشنيعة فانهم
ان لم يوافق حديث بمعتقداتهم
قالوا هذا ضعيف او موضوع
وان استدل بذلك الحديث
اكابر الامة كالغزالي والسيوطي
والامام الحرمين[1] والشيخ
عبد الحق الدهلوي
والشيخ علي القاري وامثالهم
في كتبهم وان لم يوافق رايهم
قول الائمة واكابر الدين تعرضوا
لقدحهم وسبهم فالى الله المشتكى
فاستملك غالبا في ترديد
اباطيلهم بالايات القرآنية
التي لا يأتيه الباطل من بين
يديه ولا من خلفه تنزيل من
حكيم حميد ومع ذلك اراعي
الانصاف في محل الاختلاف وما
اصر على باطل وسميت الرسالة
(بالعقائد الصحيحة) واقدم ماذكره العقائد الصحيحة
الامام حجة الاسلام محمد الغزالي
رحمه ربه في باب التوحيد
والالهيات والرسالة

اقوال ائمہ سے اور نہ اقوال علمائے اسلام سے
مگر بقدر ضرورت پیش کرتا جاؤں گا۔ تاکہ ان کی
قابل قدر قیاسات شرعیہ مخالفین کی بدزبانیوں
سے محفوظ رہیں کیوں کہ ان کی عادت
ہے کہ کوئی حدیث جب ان کے خیال کے
مطابق نہ ہو تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ وہ ضعیف
ہے یا موضوع ہے اگرچہ اکابر اسلام
نے اس حدیث کو استدلال کے موقعہ پر
پیش کیا ہو، چنانچہ جناب امام غزالی امام سیوطی و شیخ
عبدالحق محدث دہلوی اور محدث ملا علی قاری
وغیرہم ایسے استدلال پیش کر چکے ہیں
اور مخالفین حسب عادت ائمہ دین اور اکابر
اسلام کے ایسے استدلات جب دیکھتے ہیں تو
ان کے حق میں گستاخی کرنا شروع کر دیتے ہیں
خدا ہی ان کو سنبھالے۔ اس لئے میں عموماً اس
موقعہ پر قرآنی آیات ہی پیش کروں گا جس کی
مخالفت ادھر ادھر سے نہیں ہو سکتی کیونکہ
وہ خدائے حکیم و حمید کا کلام ہے۔ علاوہ از ایں
موضع اختلاف میں انصاف سے فیصلہ کروں گا
اور قول باطل پر قدم نہ جماؤں گا۔ اس کے بعد
اس رسالہ کا نام میں نے اَلْعَقَائِدُ الصَّحِیْحَۃ
رکھا ہے۔ اب سب سے پہلے میں وہ مضمون
لفظ بہ لفظ پیش کرتا ہوں، جو حضرت امام حجۃ الاسلام
محمد الغزالی رحمہ اللہ نے توحید و الہیات اور منصب

---

(١) امام الحرمين عبد الملك النيشاپوري الشافعي توفى سنة ٤٧٨ هـ. [١٠٨٥ م.]

بلفظه من کتابه قواعد العقائد
فانه فی غایة الجودة فقال رحمة
الله علیه الحمد لله
المبدئ المعید الفعال لما
یرید ذی العرش المجید
والبطش الشدید الهادی صفوة
العبید الی المنهج الرشید و
المسلك السدید المنعم علیهم
بعد شهادة التوحید بحراسة
عقائدهم من ظلمات التشکیك
والتردید۔ المسالك بهم الی
اتباع رسوله المصطفی صلی الله
علیه وسلم واقتفاء آثار
الصحابة الاکرمین المکرمین
بالتائید والتسدید المتجلی
لهم فی ذاته وافعاله
بمحاسن اوصافه التی
لا یدرکها الا من القی السمع
وهو شهید المعرف

الصفات الذاتية

ایاهم انه فی ذاته واحد
قدیم لا اول له ازلی
لا بدایة له مستمر الوجود
لا آخر له ابدی لا نهایة
له قیوم لا انقطاع له

رسالت کے متعلق اپنی کتاب قواعد العقائد
میں بیان کیا ہے کیوں کہ وہ مضمون اس مقام
کے لئے بہت ہی موزوں ہے۔ آپ لکھتے
ہیں کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْمُبْدِئِ الْمُعِیْدِ
الْفَعَّالِ لِمَا یُرِیْدُ ذِی الْعَرْشِ الْمَجِیْدِ
وَالْبَطْشِ الشَّدِیْدِ الْھَادِیْ صَفْوَۃَ
الْعَبِیْدِ اِلَی الْمَنْھَجِ الرَّشِیْدِ۔ وَ
الْمَسْلَكِ السَّدِیْدِ۔ الْمُنْعِمِ عَلَیْھِمْ
بعد شھادۃ التوحید بِحَرَاسَۃِ
عَقَائِدِ ھِمْ مِنْ ظُلُمَاتِ التَّشْکِیْكِ
وَالتَّرْدِیْدِ۔ خدا تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ
بندوں کو جناب رسالت مآب حضرت محمد مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری کے لئے
انتخاب کر لیا ہوا ہے اور آپ کے صحابہ کرام
رضوان اللہ علیہم کے نقش قدم پر چلنے
کے لئے چن لیا ہے اپنی تائید اور توفیق سے
خدائے تعالیٰ اپنی ذات اور اپنے افعال میں
اپنے اوصاف حسنہ کے ذریعہ سے انہیں جلوہ گر ہے
مگر ان صفات کو وہی دریافت کر سکتا ہے جو
غور سے سنے اور خدا کو حاضر و ناظر سمجھے۔ اس
نے یہ بھی ان کو بتا دیا ہے کہ وہ اپنی ذات میں یگانہ ہے
ایسا قدیم ہے جس کی ابتدا نہیں۔ ہمیشہ موجود ہے
جس کی آخری حد نہیں۔ ازل و ابد میں موجود ہے
جس کی انتہا نہیں مستقل بالذات ہے کسی قسم

دائم لا انصرام له لم يزل
ولا يزال موصوفا بنعوت
الجلال لا يقضى عليه بالانقضاء
والانفصال بتقدم الاباد
وانقراض الاجال بل هو
الاوّل والآخر والظاهر
والباطن وهو بكل
شيءٍ عليم۔

(**التنزيه**) وانه ليس بجسم
مصور ولا جوهر محدود
ومقدر وانّه لا يماثل
الاجسام فی التقدیر ولا فی قبول
الانقسام وانّه ليس بجوهر
ولا تحله الجواهر ولا بعرض
ولا تحله الاعراض بل لا
يماثل موجودا ولا يماثله
موجود ليس كمثله شيء ولا
هو مثل شيء وانّه لا يحدّه
المقدار ولا تحويه الاقطار
ولا يحيط به الجهات ولا تكتنفه
الارضون ولا السموات وانّه
مستو على العرش
على الوجه
الذي قاله

کی کسر اس کی ذات میں باقی نہیں، دائم
وقائم ہے، جس کا خاتمہ نہیں۔ صفاتِ جلالیہ
کے ساتھ ازلی وابدی موجود ہے۔ اس کے
متعلق یہ کبھی فیصلہ نہیں دیا جاسکتا کہ
اس کی دائمی زندگی کے اوقات ختم ہوچکے
ہیں یا اس کی مدتِ حیات گذر چکی ہے
وہی اوّل ہے وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے
وہی باطن ہے اور وہی ہر چیز کو ہمیشہ سے
جانتا بھی ہے (تقدیسِ الٰہی یوں ہے کہ)
خدا کسی جسم اور صورت میں نہیں نہ محدود
چیز ہے جس کا تخمینہ لگایا جائے۔ کسی جسم کی
مثل بھی نہیں کہ اس میں قیاس لگایا جائے
یا اس کی تقسیم ہوسکے۔ نہ وہ ٹھوس مخلوق ہے
نہ غیر مستقل چیز ہے جو دوسرے کے آسرے
سے پائی جائے۔ نہ وہ صفاتی چیز ہے نہ صفاتی
ناپائدار چیزوں کا مرکز ہے۔ وہ کسی ہستی کی
مثل نہیں، نہ کوئی ہستی اس کی مثل ہے
بلکہ اس کی مثال کی بھی مثال نہیں [illegible]
اس کی مثال کسی چیز کی مثل ہے۔ کوئی مقدار
اس کو محدود نہیں کرتی۔ نہ اطراف اس کو
اپنے اندر سمیٹ سکتے ہیں۔ کوئی جہت اسے
اپنے احاطہ میں نہیں لاسکتی۔ زمین و آسمان
بھی اسے نہیں سنبھال سکتے۔ وہ اپنے عرش
پر قائم ہے مگر اسی طرح جو اس نے خود کہا ہے،

وبالمعنى الذی ارادہ
استواءً منزّھًا عن المماسۃ
والاستقرار والتمکن والحلول
والانتقال لا یحملہ العرش
بل العرش وحملتہ محمولون
بلطف قدرتہ ومقھورون
فی قبضتہ وھو فوق العرش
والسماء وفوق کل شئ الی
تخوم الثرٰی فوقیۃً لا
تزیدہ قربًا الی العرش
والسماء کما لا تزیدہ
بعدًا عن الارض والثرٰی
بل ھو رفیع الدرجات
عن العرش والسماء کما
انّہ رفیع الدرجات عن
الارض والثرٰی وھو مع ذلک
قریبٌ من کل موجود
وھو اقرب الی العبد من
حبل الورید وھو علٰی
کل شئ شھید ولا یماثل
قربہ قرب الاجسام کما لا
یماثل ذاتہ ذات الاجسام
وانّہ لا یحل فی شئ ولا
یحل فیہ شئ تعالٰی عن ان

اور اسی کیفیت سے جو اس کے اپنے ارادہ
میں ہے اس کا وہ قیام اتصال اور چھونے
سے بالاتر ہے۔ اور اندراج اور جذب سے
الگ ہے۔ اس میں انتقال بھی نہیں۔
عرش اُسے اٹھائے ہوئے بھی نہیں بلکہ
وہ خود اپنے عرش کو اور اس کے اٹھانے
والے فرشتوں کو اپنے دستِ قدرت
سے اٹھائے ہوئے ہے اور اس کے
قبضہ میں مغلوب ہیں۔ وہ عرش پر ہے
اور آسمان پر بھی بلکہ تحت الثرٰی تک
ہر چیز پر فائق ہے۔ یہ فوقیت نہ اسے
آسمان اور عرش کے قریب کرتی ہے
اور نہ زمین اور تحت الثرٰی سے دُور لے
جاتی ہے۔ وہ عرش و آسمان سے بالاتر
مرتبہ رکھتا ہے جس طرح کہ زمین اور تحت
الثرٰی سے بالاتر ہے، تاہم وہ ہر چیز کے
قریب ہے اور شہ رگ سے زیادہ اپنے
بندہ کے قریب ہے اور ہر چیز کا نگران حال
بھی ہے کیوں کہ وہ اس طرح قریب نہیں
جس طرح کہ جسم قریب ہوتے ہیں اور اسی
طرح اس کی حقیقت کسی جسمانی حقیقت
سے نہیں ملتی۔ نہ وہ کسی میں حل اور
تبدیل ہوتا ہے اور نہ کوئی چیز اس میں
حل اور تبدیل ہوسکتی ہے۔ وہ اس امر

يحويه مكان كما تقدس
عن ان يحده زمان بل كان
قبل ان خلق الزمان والمكان
وهو الآن على ما عليه
كان وانه بائن من خلقه
بصفاته ليس في ذاته
سواه ولا في سواه ذاته
وانه مقدس عن التغيير
والانتقال لا تحله الحوادث
ولا تعتريه العوارض بل
لا يزال في نعوت جلاله
منزّها عن الزوال وفي
صفات كماله مستغنيًا
عن زيادة الاستكمال و
انه في ذاته معلومُ الوجود
بالعقول مرئيّ الذات
بالابصار نعمة منه ولطفا
بالابرار في دار القرار واتماما
للنعيم بالنظر الى وجهه الكريم
الحيٰوة والقدرة وانه تعالىٰ
حيٌّ قادرٌ جبّارٌ قاهرٌ لا
يعتريه قصور ولا
عجز ولا تاخذه
سنة ولا نوم

سے بھی بالاتر ہے کہ کوئی مکان اسے اپنے
اندر سمیٹ لے جس طرح کہ اس امر سے بھی
بالاتر ہے کہ کوئی زمانہ اسے محدود کرے
بلکہ وہ خود زمانہ اور مکان پیدا کرنے سے
پہلے موجود تھا۔ اور اب بھی اسی طرح موجود
ہے، جیسا کہ پہلے تھا۔ وہ اپنے صفات
میں اپنی مخلوق سے نرالا ہے۔ اس کی ذات
میں اس کا غیر موجود نہیں نہ غیر میں وہ موجود
ہے۔ وہ تغیّر و تبدّل سے پاک ہے نہ حوادث
اس میں جاگزین ہیں اور نہ صفاتی ناپائدار
حالات اس میں موجود ہیں بلکہ وہ اپنے
جلال میں موجود ہے اور زوال سے پاک
ہے۔ وہ اپنے صفاتِ کاملہ میں موجود ہے
کسی اور تکمیل کی اسے ضرورت نہیں صرف
عقل سے اس کا وجود معلوم ہو سکتا ہے
اس کی ذات بھی آنکھ سے دیکھی جا سکتی
ہے، جب کہ دوسری دنیا میں اپنے نیک
بندوں پر فضل و کرم کی نگاہ کرے گا اور
اپنے مبارک چہرہ کے دیدار سے ان کی
تکمیلِ نعمت کرے گا۔ (خدا کی زندگی اور طاقت
کا بیان یہ ہے کہ) وہ زندہ، طاقتور، صاحب
قدرت، ہر چیز پر غالب، ہر شکستہ دل کا
سہارا ہے۔ اس میں کبھی کوئی کوتاہی نہیں
اور نہ عاجزی۔ نہ اسے نیند آتی ہے نہ اونگھ۔

ولا يعارضه فناءٌ ولاموتٌ
وانّه ذوالملك والملكوت
والعزّة والجبروت له
السلطان والقهر والخلق
والامر والسموات مطويّات
بيمينه والخلائق مقهورون
في قبضته وانّه المنفرد
بالخلق والاختراع
المتوحّد بالايجاد و
الابداع خلق الخلق
واعمالهم وقدّر ارزاقهم
وآجالهم لايشذّ عن
قدرته مقدورٌ ولا
يعزب عن قدرته
تصاريف الامور لا
تحصى مقدوراته ولا
تتناهى معلوماته العلم
وانّه عالم بجميع
المعلومات محيط
علمه بما يجري
في تخوم الارضين
الى اعلى السموات
وانّه عالم لايعزب
عن علمه مثقال

اور نہ اسے فنا اور موت سے پالا پڑا ہے۔
وہ حکومت اور بندوبست کا مالک ہے
عزّت اور غلبہ کا بھی مالک ہے۔ مخلوق
پر تسلّط اور غلبہ اُسی کا ہے۔ وہی نسل
سے پیدا کرتا ہے اور وہی کُنْ کہنے سے
پیدا کرتا ہے۔ تمام آسمان اس کے
دستِ قدرت کے داہنے ہاتھ میں لپیٹے
ہوئے ہیں۔ تمام مخلوقات اس کے قبضہ
میں مغلوب ہے۔ صرف وہی مادّہ اور مادّہ
کے بغیر پیدا کر سکتا ہے۔ اپنی ایجاد و
اختراع میں یکتا ہے۔ اس نے ہی اپنی
مخلوقات کو اور اس کے اعمال کو پیدا
کیا ہے۔ اسی لئے اس کی روزی اور
موت کا صحیح انداز لگایا ہے۔ کوئی مخلوق
اس کی قدرت سے خارج نہیں ساری
کائنات کے تصرّفات بھی اس کی
قدرت سے باہر نہیں۔ اسکی قدرتوں
کا اندازہ نہیں لگایا جاتا۔ اور نہ ہی اس
کے معلومات کی کوئی انتہا ہے (خدا
کے علم کا بیان یوں ہے کہ) وہ تمام
اشیاء کا عالم ہے۔ اس کا علم تمام ان
چیزوں پر حاوی ہے، جو زمین کے
کناروں سے لے کر اوپر کے آسمانوں
تک جاری ہیں۔ ایسا عالم ہے کہ اسکے

ذرة فی الارض ولا فی
السماء بل یعلم دبیب النملة
السوداء علی الصخرة الصماء
فی اللیلة الظلماء ویدرک
حرکة الذر فی جو الهواء
ویعلم السر واخفی ویطلع
علی هواجس الضمائر و
حرکات الخواطر وخفیات
السرائر بعلم قدیم
ازلی لم یزل موصوفا فی
ازل الآزال لا بعلم متجدد
حاصل فی ذاته بالحلول
والانتقال - الارادة وانه
تعالی مرید للکائنات
مدبر للحادثات فلا یجری
فی الملکوت قلیل او
کثیر صغیر او کبیر
خیر او شر نفع او ضر
ایمان او کفر عرفان او
نکر فوز او خسران
زیادة او نقصان طاعة
او عصیان الا بقضائه و
قدره وحکمته ومشیئته
فما شاء کان وما لم یشاء

علم سے ذرہ بھر بھی زمین و آسمان کی کوئی
چیز باہر نہیں، بلکہ ٹھوس پتھر پر جب
چیونٹی سخت اندھیری رات میں دبے پاؤں
چلتی ہے، تو اس کی رفتار سے بھی آگاہ ہے
اور جو ذرات ہوا میں اُڑتے ہیں، اُن کی
حرکت کو بھی جانتا ہے۔ وہ راز اور راز سے
پوشیدہ تر بات کو بھی جانتا ہے، دل کے
خیالات اور خیالات کی حرکات بھی جانتا
ہے۔ اور پوشیدہ سے پوشیدہ بھید
کو بھی جانتا ہے۔ مگر اس کا یہ علم ازلی
ہے، جو ہمیشہ سے ہمیشہ میں اس کی
صفت ہے۔ وہ کسی نو پیدا علم سے نہیں
جانتا جو کبھی اس کی ذات میں آئے اور کبھی
نکل جائے۔ (اللہ تعالیٰ کے ارادہ کا بیان
یوں ہے کہ) وہ مخلوقات میں اپنا ارادہ برتتا
ہے تمام نو پیدا مخلوق میں انتظام کرتا ہے
جو بھی اس کی بادشاہت میں کم و بیش، خورد
و کلاں، دکھ سکھ، نفع و ضرر، ایمان و کفر، خدا
شناسی یا انکار، کامیابی یا ناکامی، زیادتی یا
نقصان، فرمانبرداری یا بیفرمانی ہوتی ہے۔
اسی کی قضا و قدر اور حکمت و مشیت
سے ہوتی ہے۔ جسے چاہے،
وہ موجود ہو جاتا ہے اور جسے نہ
چاہے وہ موجود نہیں ہوتا

لم يكن لا يخرج عن مشيئته
لفتة ناظر او فلتة خاطر بل
هو المبدئ المعيد الفعّال
لما يريد لا رادّ لحكمه ولا معقّب
لقضائه ولا مهرب لعبد من
معصية الا بتوفيقه ورحمته
ولا قوة على طاعته الا بمشيئته
وارادته فلو اجتمع الانس والجن
والملئكة والشياطين على ان
يحرّكوا في العالم ذرّة او يسكنوها
دون ارادته ومشيئته لعجزوا
عن ذلك وانّ ارادته
قائمة بذاته في جملة صفاته
لم يزل كذلك موصوفا بها
مريدا في ازله لوجود الاشياء
في اوقاتها التي قدّرها
فوجدت في اوقاتها كما
اراده في ازله من غير تقدّم
ولا تاخّر بل وقعت على
وفق علمه وارادته من غير
تبديل ولا تغيير دبّر الامور
لا بترتيب افكار ولا تربّص
زمان فلذلك لم يشغله شأن

الصفات الثبوتية

عن شأن - السمع - والبصر - وانه

اسکی مرضی سے آنکھ کی ایک نگاہ بھی باہر نہیں
اور دل کا کوئی خیال بھی باہر نہیں، بلکہ وہی
نو پیدا کرنے والا اور دوبارہ پیدا کرنے والا ہے۔
جس چیز کا ارادہ کرتا ہے وہی کرتا ہے۔ کوئی
اس کے حکم کو روکنے والا نہیں۔ نہ ہی اسکے
فیصلہ پر کوئی نکتہ چین ہے۔ انسان کو کسی برائی
سے رکنے میں اُسکی توفیق اور رحمت کے بغیر چارہ نہیں
اور فرمانبرداری میں اسکے ارادہ اور مشیت کے سوا
مجال نہیں۔ اگر تمام انسان جنّ، فرشتے اور شیطان
بھی جمع ہو کر سلسلہ کائنات میں ایک ذرہ کو بھی
حرکت دیں یا اُسکے ارادہ کے بغیر اسے ساکن کرنا
چاہیں تو اس سے عاجز ہو جائینگے۔ خدا کا ارادہ
اسکی اپنی ذات میں باقی صفات کیطرح قائم ہے۔
وہ بدستور اس سے موصوف رہا ہے۔ زمانہ ازل
میں اس نے ارادہ کیا کہ سلسلہ مخلوقات اپنے اپنے وقت
پر پیدا ہو جو اس نے تجویز کیا تھا۔ چنانچہ جسطرح
اس نے زمانہ ازل میں کسی تقدّم و تاخّر کے بغیر چاہا تھا
اسی طرح کائنات معرضِ ظہور میں آ گئی بلکہ اسکے علم
کے اور اس کے ارادہ کے مطابق بغیر کسی تغیّر و
تبدّل کے موجود ہو گئی۔ نہ اسے کسی تجویز کے سوچنے کی
ضرورت پڑی نہ اسے کسی وصیت کا انتظار تھا۔
یہی وجہ ہے کہ اسے ایک مصروفیت دوسری
مصروفیتوں سے غافل نہیں کرتی۔ (خدا
کی قوت شنوائی اور بینائی کی حقیقت یہ ہے کہ)

تعالى سميع بصير يسمع ويرى
لا يعزب عن سمعه مسموع وان
خفي ولا يغيب عن رؤيته
مرئي وان دقّ ولا يحجب سمعه
بُعدٌ ولا يدفع رؤيته ظلامٌ
يرى من غير حدقة واجفان
ويسمع من غير اصمخة واٰذان
كما يعلم بغير قلب ويبطش
بغير جارحة ويخلق بغير آلة
اذ لا تشبه صفاته صفات الخلق
كما لا تشبه ذاته ذوات الخلق .
الكلام . والله تعالى متكلّم آمرٌ ناهٍ
واعد متوعدٌ بكلامٍ ازلي قديمٍ
قائمٍ بذاته لا يشبهه كلام الخلق
فليس بصوت يحدث من
انسلال الهواء او اصطكاك
اجرام ولا بحرف ينقطع باطباق

الكتب المنزلة

شفة او تحريك لسان وان القرآن
والتوراة والانجيل والزبور كتبه
المنزلة على رسله عليهم السلام
وان القرآن مقروء بالالسنة
مكتوب في المصاحف محفوظ
في القلوب وانه مع ذلك قديم
قائم بذات الله تعالى لا يقبل

وہ خدا سُنتا ہے اور دیکھتا ہے۔ اسکی شنوائی
سے کوئی بات باہر نہیں۔ اگرچہ وہ کتنی ہی
مخفی ہو اور اسکی بینائی سے کوئی چیز خارج نہیں
اگرچہ کتنی ہی باریک ہو اس کی قوت سماعت
کو کوئی دُوری مانع نہیں اور اس کی قوت بینائی
کو کوئی تاریکی نہیں روکتی۔ وہ بغیر آنکھ اور
پلک کے دیکھتا ہے اور سوراخ گوش
اور کان کے بغیر سنتا ہے۔ اسی طرح دل کے
بغیر جانتا ہے اور ہاتھ کے بغیر حملہ کرتا ہے
اور اوزار کے بغیر پیدا کر لیتا ہے۔ کیونکہ
اس کے صفات مخلوق کی صفات جیسے
نہیں اور نہ ہی اس کی ذات مخلوق کی
ذات کی مثل ہے۔ (خدا کا کلام یوں ہے کہ)
وہ کلام کرتا ہے، حکم کرتا ہے، روکتا ہے،
خوشخبری دیتا ہے۔ عذاب کی خبر دیتا ہے مگر اسکا
کلام ازلی ابدی قدیم ہے، جو اس کی ذات میں قائم
ہے اور مخلوق کے کلام کی طرح نہیں کہ ہوا کی مداخلت
اور حرکت سے پیدا ہو یا دو چیزوں کے ٹکرانے سے
پیدا ہو جو حروف سے مرکب نہیں کہ ہونٹ کی بندش
سے ختم ہو جائے اور زبان کے چلنے سے جاری ہو۔
قرآن، توراۃ، انجیل اور زبور اسی کی کتابیں ہیں جو اسکے
انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئیں چنانچہ قرآن اگرچہ
زبان سے پڑھا جاتا ہے یا اوراق میں لکھا جاتا ہے اور دلوں
میں محفوظ ہے تاہم وہ قدیم ہے خدا کی ذات میں قائم ہے

الانفصال والافتراق بالانتقال
الى القلوب والاوراق وان موسیٰ
علیه السلام سمع کلام الله تعالیٰ
بغیر صوت ولا حرف کما یری الابرار
ذات الله تعالیٰ فی الآخرة من غیر
جوهر ولا عرض واذ کان له هذه
الصفات کان حیا عالما قادرا
مریدا سمیعا بصیرا متکلما بالحیوٰة
والعلم والقدرة والارادة و
السمع والبصر والکلام لا بمجرد
الذات - انتهی کلام الغزالی
رحمه الله تعالیٰ قال المؤلف عفی
الله عنه الصفات السبعة التی
ذکرها الغزالی مبنی علی مسلک
الاشعریة[1] من المتکلمین وزاد الما
تریدیة[2] صفة ثامنة تسمی بالتکوین
قالوا لا تکفی فی وجود الخلق الارادة
ولابد فی وجود الخلق من التکوین
مستدلین بقوله تعالیٰ انما امره
اذا اراد شیئا ان یقول له کن
فیکون فالارادة امر والتکوین
المشار الیه بلفظة کن امر آخر
والمرید للامر لا یسمی فاعلا له
الا اذا اخرجه من العدم الی الوجود

اوراق میں یا دلوں میں منتقل ہونے کے باوجود
بھی وہ خدا کی ذات سے الگ اور منتقل نہیں۔
کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو کلام الٰہی سنا
تھا، اس میں آواز نہ تھی اور نہ حروف تھے۔ اسی
طرح نیک انسان عالم آخرت میں خدا کا دیدار پائینگے
مگر وہ نہ ٹھوس ہوگا نہ عارضی چیز۔ جب خدا ایسا ہے تو
ماننا پڑتا ہے کہ وہ اپنے ان صفات میں حی۔ عالم
قادر۔ مرید۔ سمیع۔ بصیر اور متکلم ہے اور اس میں یہ
سات صفات موجود ہیں۔ حیوٰۃ، علم، قدرۃ، ارادہ
سمع، بصر اور کلام۔ اور اسکی ذات اپنی صفات سے
خالی نہیں (امام غزالی رحمہ اللہ کا کلام یہاں پر ختم
ہو چکا ہے) اب مؤلف کہتا ہے (خدا اس کے گناہ
معاف کرے) کہ امام صاحب نے جو خدا کے سات
اوصاف بیان کئے ہیں وہ مذہب اشعری کے
مطابق ہیں۔ ورنہ مذہب ماتریدیہ میں ایک آٹھواں
اور بھی خدا کا وصف ہے جسے تکوین کہتے ہیں کیونکہ
مخلوقات کے پیدا کرنے میں صرف ارادہ ہی کافی
نہیں کچھ تکوین کی بھی ضرورت ہے کیونکہ خدا تعالیٰ
نے خود فرما دیا ہے کہ جب میں کسی چیز کا ارادہ کرتا
ہوں تو اسے کُن کہتا ہوں تو پھر وہ موجود ہو جاتی
ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ارادہ اور چیز ہے اور
تکوین جو لفظ کُن سے اشارۃً سمجھی جاتی ہے اور
چیز ہے۔ اسکے علاوہ صرف ارادہ کرنے والا فاعل
نہیں کہلاتا سوائے اسکے کہ اسکو ہست سے نیست کردے

(۱) ابو الحسن علي الاشعری توفی سنة ۳۳۰ هـ. [۹۴۲ م.] فی بغداد

(۲) ابو منصور محمد الماتریدی توفی سنة ۳۳۳ هـ. [۹۴۵ م.] فی سمرقند

فلفظة كن منه سبحانه وتعالى
امر باخراج ما اراده من القوة
الى الفعل ومحل بسط هذا
المبحث كتب علم الكلام كشرح
العقائد وشرح المواقف رجعنا
الى كلام حجة الاسلام فقال الافعال
وانه سبحانه وتعالى لا موجود سواه
الا وهو حادث بفعله وفائض
من عدله على احسن الوجوه واكملها
واتمها واعدلها وانه حكيم في
افعاله وعادل في اقضيته ولا يقاس
عدله بعدل العباد اذ العبد يتصور
منه الظلم بتصرفه في ملك غيره
ولا يتصور الظلم من الله تعالى
فانه لا يصادف لغيره ملكا حتى يكون
تصرفه فيه ظلما فكل ما سواه من
انس وجن وشيطان وملك وسماء
وارض وحيوان ونبات وجوهر
وعرض ومدرك ومحسوس حادث
اخترعه بقدرته بعد العدم
اختراعا وانشاءه بعد ان لم يكن
شيئا اذ كان في الازل موجودا
وحده ولم يكن معه غيره فاحدث
الخلق بعد اظهار القدرته

پس لفظ کُن خدائے تعالیٰ کا امر ہے اسکو جس کا
وہ ارادہ کرتا ہے کہ نیست سے ہست کردے۔ اس
مسئلہ کی تفصیل کا مقام علم کلام کی کتابیں ہیں مثلاً
شرح عقائد، شرح مواقف وغیرہ۔ اب ہم دوبارہ
امام غزالی رحمہ اللہ کا کلام درج کرتے ہیں۔ آپ
فرماتے ہیں کہ (افعالِ خداوندی کی حقیقت یوں
ہے کہ) جوبھی اللہ کے بغیر ہے وہ اسی کے فعل سے
پیدا ہوا ہے اور بہترین عدل کے طریق پر اور مکمل
واکمل طرز پر صورت نما ہوا ہے۔ خدا اپنے افعال
میں حکمت استعمال کرتا ہے۔ اپنے فیصلہ میں عدل کرتا
ہے۔ مگر اسکا عدل انسانی عدل کے مشابہ نہیں
کیونکہ انسان سے تو ظلم کا بھی امکان ہے جبکہ وہ
غیر کے ملکیت پر متصرف ہو اور خدا سے ظلم کا امکان بھی
نہیں کیونکہ جبکہ پایا غیر کی ملکیت ہی نہیں تو یہ کیسے کہا
جائے گا کہ وہ غیر کی ملکیت پر تصرف کرتا ہے تاکہ اسکا
عمل ظلم قرار پائے کیوں کہ اس نے یہ تمام چیزیں خود
پیدا کی ہیں۔ انسان، جن، شیطان، فرشتے، آسمان،
زمین، حیوان، نباتات، جوہر، عرض، مدرک بالحس
اور مدرک بالعقل وغیرہ۔ چنانچہ اس نے اپنی قدرت
کاملہ سے ان کو پیدا کیا ہے اور ان کو وجود عطا کیا
ہے بعد اس کے کہ وہ نیست تھیں اور وہ خدا خود
زمانہ ازل میں موجود تھا اور اس کے ساتھ کوئی
غیر موجود نہ تھا۔ پھر اس نے اپنی اظہارِ
قدرت کے لئے کائنات کو پیدا کیا

وتحقيقاً لما سبق من ارادته وحق
فی الازل من كلمته لا لافتقاره اليه
وحاجته والله تعالى متفضل بالخلق
والاختراع والتكليف لا عن وجوب
ومتطول بالانعام والاصلاح لا
عن لزوم له الفضل والاحسان
والنعمة والامتنان اذ كان قادراً
على ان يصب على عباده انواع
العذاب ويبتليهم بضروب
الآلام والاوصاب ولو فعل
ذلك لكان منه عدلا ولم يكن قبيحا
ولا ظلما والله يثيب عباده على
الطاعات بحكم الكرم والوعد
لا بحكم الاستحقاق واللزوم
اذ لا يجب عليه فعل ولا يتصور
منه ظلم ولا يجب لاحد عليه
حق وان حقه فی الطاعات واجب
على الخلق بايجابه على لسان انبيائه
لا بمجرد العقل ولكنه بعث الرسل
واظهر صدقهم بالمعجزات الظاهرة
فبلغوا امره ونهيه ووعده
ووعيده فوجب على الخلق
تصديقهم فيما جاؤا به معنى
الكلمة الثانية وهی رسالة الرسول

اور اس سے اپنے ارادہ کا ثبوت دیا جو اس
نے پہلے کیا ہوا تھا اور اس قول کو پورا کرنے
کے لئے جو ازل میں کہہ چکا تھا ورنہ اسکو کائنات
کی کوئی حاجت اور ضرورت نہ تھی۔ یہ اس کی
مہربانی ہے کہ اسے پیدا کیا۔ نیست سے ہست
کیا اور صاحب اختیار بنایا ورنہ یہ سب کچھ اسپر
واجب نہ تھا اور وہ ہمپر فضل کرنیوالا ہے کہ اس نے
ہمپر احسان کیا اور ہماری اصلاح کی حالانکہ یہ بھی
اس کا فرض نہ تھا پس یہ سب کچھ اسکا فضل ہے احسان
اور نعمت اور انعام ہے کیونکہ وہ ہر وقت قادر ہے
کہ اپنے بندوں پر قسم قسم کے عذاب ڈالے اور رنگ برنگ کے
مصائب میں گرفتار کرے اگر یہی کرے تو پھر بھی اسکا عدل
ہی ہوگا اور اس کیلئے کوئی معیوب کام نہ تھا اور نہ ظلم ہوگا
خدا اپنے حسب وعدہ اور فضل و کرم سے بندوں کو اپنی اطاعت
قبول کرنے پر ثواب دیتا ہے ورنہ بندوں کا کوئی اس کے
ذمہ نہیں اور نہ ہی انکا کوئی فرض اسپر عائد ہوتا ہے کیونکہ
اسپر کوئی فعل بھی واجب نہیں ہو سکتا اور نہ اس سے
ظلم متصور ہو سکتا ہے اور کسی کا حق اسکے ذمہ پر واجب نہیں
مگر مخلوق پر اسکا حق اطاعت واجب ہے جو اس نے اپنے انبیاء کے
ذریعہ سے بیان کیا ہے۔ اور وہ حق اطاعت صرف عقل سے دریافت
نہیں ہوتا تھا اسلئے اسنے اپنے رسول بھیجے اور کھلم کھلا
معجزات سے انکی صداقت کا اظہار فرمایا تو پھر انہوں نے خدا کا امر
نہی، وعدہ اور وعید کی خبر دی۔ اس لئے مخلوق پر واجب
ہوگیا کہ جو کچھ بھی وہ کہتے ہیں اسکی تصدیق کریں (اب کلمہ ثانیہ

صلی اللہ علیہ وسلم. واللہ تعالیٰ
محمد علیہ السلام
بعث النبیّ الاُمّیّ القرشیّ محمّداً
صلی اللہ علیہ وسلم برسالتہ
الیٰ کافۃ العرب والعجم والجن
والانس فنسخ بشرعہ الشرائع
الّا ما قررہ وفضّلہ علی سائر
الانبیاء وجعلہ سیّد البشر و
منع کمال الایمان بشہادۃ
التوحید وھی قولہ لا الٰہ الّا اللہ
ما لم تقترن بہ شہادۃ الرسول
وھی محمّدٌ رسول اللہ فالزم الخلق
تصدیقہ فی جمیع ما اخبر بہ
من الدنیا والآخرۃ وانّہ لا یقبل
ایمان عبد حتی یوقن بما اخبر عنہ
منکر نکیر
بعد الموت واوّلہ سوال منکر ونکیر
وھما شخصان مہیبان ھائلان
یقعدان العبد فی قبرہ سویاً ذا
روح وجسد فیسئلانہ عن التوحید
والرسالۃ ویقولان لہ من ربّک و
ما دینک ومن نبیّک وھما فتانا
القبر وسوالھما اوّل فتنۃ القبر
بعد الموت وان یؤمن بعذاب
القبر وانہ حقٌّ وحکمۃٌ وعدلٌ علی
الجسم والروح علی ما یشاء ویوقن

رسالت کا بیان یوں ہے کہ، خدا ہی نے اپنا
نبی اُمّی قرشی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و
سلّم تمام کائنات کی طرف رسول بناکر مبعوث
کیا ہے خواہ عرب ہوں یا عجم یا جن ہوں یا انسان۔
سوائے چند اصولی احکام کے تمام شرائع سابقہ
کے احکام کو منسوخ کردیا اور تمام انبیائ
علیہم السلام پر آپ کو فضیلت بخشی۔ آپ کو
سید البشر بنایا اور جب تک محمد رسول اللہ کا اقرار نہ
ہو، اقرار توحید یعنی لا الٰہ الّا اللہ کہنے سے روک دیا
اور مخلوق پر آپ کی تصدیق فرض کردی۔ ان احکام
کے متعلق جو آپ نے دنیا و آخرت کی بابت بیان
کئے ہیں اور یہ بھی فرض کیا کہ کسی کا ایمان معتبر
نہیں جب تک وہ باتیں نہ مانے۔ جن کی خبر آپ نے
انسان کی موت کے بعد دی ہیں جن میں سے اوّل
منکر نکیر کا سوال ہے۔ یہ دو فرشتے باہیبت خوفناک
ہیں، جو مُردہ کو قبر میں سیدھا بٹھا دیتے ہیں جس
میں روح اور جسم دونوں ہوتے ہیں۔ پھر توحید
اور رسالت نبوی کا سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب
کون ہے، تیرا دین کیا ہے اور تیرا نبی کون
ہے؟ اور یہ دو فرشتے قبر کا امتحان ہیں کیونکہ
موت کے بعد قبر میں پہلا امتحان ان کے سوالات
ہیں اور یہ بھی ضروری ہے کہ مومن عذاب قبر کو تسلیم
کرے کہ وہ حق ہے اور حکمت اور عدل ہے جسم و
روح پر جس طرح کہ خدا چاہے۔ یہ بھی مانے کہ

بالميزان ذى الكفتين واللسان
وصفته فى العظم انه مثل طباق

وزن الاعمال

السموات والارضين توزن فيه
الاعمال بقدرة الله تعالى والصنج
يومئذ مثاقيل الذر والخردل
تحقيقا لتمام العدل وتطرح صحائف
الحسنات فى صورة حسنة فى كفة
النور فيثقل بها الميزان على قدر
درجاتها عند الله بفضل الله
تعالى و تطرح صحائف السيئات
فى كفة الظلمة فيخفف بها الميزان
بعدل الله تعالى وان يؤمن بان

جسر الصراط

الصراط حق وهو جسر ممدود على
متن جهنم احد من السيف وادق
من الشعر تزل عليه اقدام الكفرة
بحكم الله تعالى فيهوى بهم الى النار
و تثبت عليه اقدام المؤمنين فيساقون
الى دار القرار وان يؤمن بالحوض
المورود حوض محمد صلى الله عليه
وسلم يشرب منه المؤمنون قبل
دخول الجنة و بعد جواز الصراط من
شرب منه شربة لايظماء بعدها
ابدا عرضه السماء فيه ميزابان
يصبان من الكوثر وان يؤمن بيوم الحساب

میزان عمل کے دو پلڑے ہیں اور ایک قبضہ کی سوئی [لہ]
اس کی بڑائی کا بیان یوں ہے کہ وہ زمین آسمان
کی وسعت کے برابر بڑی ہے۔ اس میں قدرت الٰہیہ
سے اعمال تولے جائیں گے اور اس کے بٹے چیونٹی
اور رائی کے دانے کے برابر بھی ہونگے تاکہ پورا پورا
انصاف ہو۔ پھر اس کے نورانی پلہ میں نیک اعمال
کے صحیفے ڈالے جائیں گے جن سے وہ ترازو بوجھل
معلوم ہوگا۔ انکے نیک اعمال کے درجہ کے مطابق
خدا کے فضل و کرم سے۔ پھر دوسرے تاریک پلڑے
میں بداعمالیوں کے صحیفے ڈالے جائیں گے تو وہ خدا
کے عدل و انصاف سے ہلکا ہوجائے گا۔ مومن یہ بھی
مانے کہ پل صراط حق ہے اور جہنم کی پشت پر یہ ایک
لمبا پل بچھایا جائے گا جو تلوار سے تیز ہوگا اور بال سے باریک
اس سے کفار کے قدم پھسل جائیں گے اور خدا
کے حکم سے جہنم رسید ہوں گے۔ مومنین کے
قدم اس پر ٹک جائیں گے تو جنت کو پہچائے
جائیں گے۔ یہ بھی مانے کہ حوض کوثر حق ہے
جس پر لوگ آئیں گے اور حضور علیہ السلام
کے حوض محمدی سے دخول جنت سے پہلے
مومنین پانی پئیں گے اور پل صراط سے گذر کر
بھی اس کا پانی پئیں گے۔ اور جو شخص اس کا
ایک گھونٹ بھی پی لیگا کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ اس
کی وسعت آسمان کے برابر ہے اسمیں دو نالیاں حوض کوثر
سے نکل کر کھلتی ہیں۔ مومن یہ بھی مانے کہ حساب کا دن حق

لہ صحیح پاسنگ ترازو۔

وتفاوت الخلق فيه الى مناقشة
في الحساب والى مسامحة فيه والى
من يدخل الجنة بغير حساب
وهم المقربون فيسئل الله من
شاء من الانبياء عن تبليغ الرسالة
ومن شاء من الكفار عن تكذيب
المرسلين ويسأل المبتدعين
عن السنة ويسأل المسلمين
عن الاعمال ويؤمن باخراج الموحدين
من النار بعد الانتقام حتى لا يبقى
في جهنم موحدٌ بفضل الله تعالى
ويؤمن بشفاعة الانبياء ثم العلماء
ثم الشهداء ثم سائر المؤمنين
كلٌ على حسب جاهه ومنزلته و
من بقي من المؤمنين ولم يكن له شفيع
اخرج بفضل الله تعالى ولا يخلد
في النار مؤمن بل يخرج منها من
كان في قلبه مثقال ذرة من

فضل الصحابة

الايمان وان يعتقد فضل الصحابة
وترتيبهم وان افضل الناس
بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم
ابوبكر ثم عمر ثم عثمان ثم على
رضي الله عنهم وان يحسن الظن
بجميع الصحابة وان يثني عليهم

ہے، جس میں مخلوقات مختلف طریق پر مبتلا ہوگی۔
کسی سے خوب باز پرس ہوگی اور کسی سے چشم پوشی
کی جائے گی۔ اور کئی ایک بغیر حساب کے بھی داخل
جنت ہوں گے اور یہ لوگ خدا کے مقرب ہوں گے
خدا کا منشاء ہوگا تو انبیاء علیہم السلام سے بھی
سوال ہوں گے کہ تبلیغ کیسے کی ہے؟ جی چاہیگا تو کفار
اور مکذبین سے بھی سوال ہوں گے کہ تم نے رسول
کی تکذیب کیوں کی؟ بدعتی اور مخالف سنت سے سوال
ہوگا کہ تم نے سنت طریق کو کیوں چھوڑا اور اہل اسلام
سے اعمال کے متعلق سوال ہوگا اور مومن یہ بھی مانے کہ
اہل توحید جہنم سے بدلہ پاکر آخر نجات پائیں گے یہاں تک
کہ خدا کے فضل و کرم سے وہاں کوئی اہل توحید نہ رہیگا
یہ بھی مانے کہ انبیاء علیہم السلام شفاعت کرینگے۔ انکے
بعد اہل علم پھر شہادت یافتہ اور سب کے آخر باقی اہل اسلام
اپنی اپنی قدر و منزلت کے مطابق شفاعت کریں گے
اور جو مومن جہنم میں بغیر شفاعت کے پڑا رہیگا اور اسکا
کوئی شفیع نہ ہوگا تو خدا کے اپنے فضل سے جہنم سے نکالا
جائیگا اور دوزخ میں کوئی اہل ایمان باقی نہ رہیگا بلکہ
جسکے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہوگا وہ بھی جہنم سے
نکال دیا جائے گا۔ یہ بھی مانے کہ صحابہؓ کی فضیلت برحق
ہے اور ان میں ترتیب وار فضیلت یوں ہے کہ حضور علیہ السلام
کے بعد افضل الناس حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں
پھر حضرت فاروق پھر حضرت عثمان غنی پھر حضرت علی رضی
اللہ عنہم یہ بھی ضروری ہے کہ مومن صحابہؓ کے متعلق حسن ظن رکھے

كما انتى الله تعالى ورسوله
صلى الله عليه وسلم وعليهم اجمعين
فكل ذلك مما وردت به السنة
وشهدت به الآثار فمن اعتقد
جميع ذلك موقنا به كان من
اهل الحق وعصابة السنة و
فارق رهط الضلال والبدعة
فنسأل الله تعالى كمال اليقين
والثبات فى الدين لنا ولكافة
المسلمين انه ارحم الراحمين
وصلى الله على سيدنا محمد واله
وصحبه اجمعين - انتهى ما اردنا
نقله من كتاب (قواعد العقائد)
للامام حجة الاسلام رحمة الله عليه
قال المؤلف عفى الله عنه بسم الله
الرحمن الرحيم وبه نستعين
اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا
اتباعه وارنا الباطل باطلا و
ارزقنا اجتنابه اما بعد

العقائد الصحيحة

فقد اختلفت الامة فى العقائد
اختلافا كثيرا وتفرقت آراءهم
ووقع بينهم التنافر والتباغض
وادعت كل طائفة انها على
الحق وما سواها على الباطل كيف

اور جس طرح اللہ تعالیٰ اور حضور علیہ السلام نے
ان کی تعریف و توصیف کی ہے یہ بھی ان کی
تعریف کرے۔ ان تمام عقائد کے متعلق شاہد احادیث
نبوی وارد ہیں اور اقوال صحابہ رضی مشابہ ہیں
جو شخص ان تمام عقائد کو تسلیم کرے وہ اہل حق
اور اہل سنت ہوگا۔ اور اہل بدعت اور گمراہ
فرقوں سے الگ سمجھا جائے گا۔ ہم سب کا فرض
ہے کہ خدا تعالیٰ سے کمال یقین اور اسلامی استقلال
کی درخواست کریں اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے
لئے کیونکہ وہی ارحم الراحمین ہے وصلی اللہ
علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین
یہاں تک جو ہمیں امام صاحب کی کتاب قواعد
العقائد سے نقل کرنا تھا نقل کر دیا ہے۔ اب
مؤلف رسالہ ہذا (عفی عنہ) اپنا مضمون شروع
کرتا ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم وبہ نستعین
یا اللہ ہمیں جو حق بات ہے وہ سچ سچ دکھا
دے اور باطل کو واقعی طور پر باطل دکھا
اور ہمیں اس سے کنارہ کشی نصیب کر۔
اس کے بعد واضح ہو کہ آج اس امت محمدیہ میں

اختلاف الامة

عقائد کا اختلاف بہت ہے اور ان کی رائیں
مختلف ہیں اور ان میں باہمی نفرت پیدا ہو چکی
ہے۔ اور بغض پیدا ہو گیا ہے۔ ہر ایک فرقہ کا
یہی دعوی ہے کہ میں ہی حق پر ہوں اور دوسرے
باطل پر ہیں۔ کیوں ایسا نہ ہو جب کہ حضور

لا وقد اخبرنا بهذه الحالة
سيدنا رسول الله صلى الله
عليه وسلم حيث قال ستفترق
امتي على ثلاث وسبعين

فرق اهل البدعة ٧٢ فرقة

فرقة الحديث وقد ذكرت
هذا الحديث بماله وما عليه
في آخر كتابي المسمى (بالاصول
الاربعة في ترديد الوهابية)
بالفارسية وها انا اذكره
ههنا اتماما للفائدة. عن
عبد الله بن عمرو قال قال
رسول الله صلى الله عليه
وسلم ليأتين على امتي ما
اتى على بني اسرائيل حذو
النعل بالنعل حتى ان كان
منهم من اتى امه علانية لكان
في امتي من يصنع ذلك و
ان بني اسرائيل تفرقت
على ثنتين وسبعين ملة
وتفرق امتي على ثلاث و
سبعين ملة كلهم في النار
الا ملة واحدة قالوا من
هي يا رسول الله قال ما
انا عليه واصحابي رواه الترمذي

علیہ السلام نے ہمیں پہلے ہی خبر دی ہوئی
ہے اور فرمایا ہے کہ میری امت ۷۳ فرقہ
پر تقسیم ہو جائے گی ...... اور یہ حدیث
پورے سوال وجواب کے ساتھ میں نے اپنی
کتاب فارسی الاصول الاربعۃ فی
تردید الوھابیۃ کے اخیر نقل
کردی ہوئی ہے۔ مگر تاہم تکمیل فائدہ
کے لئے اسے یہاں بھی نقل کرتا ہوں
کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت
پر وہ انقلاب آئے گا۔ جو بنی اسرائیل
پر آیا تھا ہو بہو، یہاں تک کہ اگر ان
میں سے کسی نے اپنی ماں سے بدفعلی
کی ہوگی تو میری امت میں بھی ایسے لوگ
ہوں گے، جو ایسا کر گذریں گے امت
بنی اسرائیل ۷۲ فرقوں پر منقسم ہو گئی
تھی، اور میری امت ۷۳ ملت پر تقسیم
ہوگی اور وہ سارے کے سارے جہنم
میں جائیں گے مگر ایک فرقہ بچ رہے گا۔
حاضرین نے پوچھا کہ یا رسول صلعم وہ
کونسا فرقہ ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ وہ ہے،
جو ان اصولوں پر قائم ہوگا کہ جن پر میں
اور میرے صحابہ رض قائم ہیں۔ (رواہ الترمذی)

۷۲ فرقہ

وفی روایة احمد وابی داؤد عن
معاویة ثنتان وسبعون فی
النار وواحدة فی الجنة وهی
الجماعة وانه سیخرج فی امتی
اقوام تتجاری بهم تلك الاهواء
کما تتجاری الکلب بصاحبه لا
یبقی عنه عرق ولا مفصل الا
دخلته فان قیل هل الفرق
التی ذکرت فی الحدیث من اهل
الدعوة او من اهل الاجابة
نقول بل هی من اهل الاجابة
لانهم ذکروا بلفظ امتی مکررا
واما اهل الدعوة الذین ما
اٰمنوا بالله ورسوله فلا
یدخلون فی امته صلی الله
علیه وسلم وههنا سوال اٰخر
اصعب من الاول وتقریره ان
کل طائفة من الطوائف الثلاث
والسبعین قد ادعی وتزعم انها
هی الطائفة الناجیة وانها هی
مصداق ما انا علیه واصحابی
فمن ذا الذی یحل هذه العقدة
بالامانة فاضطربت اهل
السنة والجماعة والجماعات

امام احمد اور ابوداؤد حضرت معاویہؓ سے روایت
کرتے ہیں کہ ۷۲ فرقے دوزخ میں جائیں گے اور
ایک فرقہ جنت میں داخل ہوگا اور اس فرقہ کا نام
جماعت ہے۔ میری امت میں ایسی قومیں بھی
پیدا ہونگی کہ جن کو یہ نو پیدا خیالات اسطرح اڑا لے
گے جس طرح کہ دیوانہ کتے کی زہر دوڑاتی ہے باولے
کتے کے کاٹے ہوئے کا کوئی رگ و ریشہ نہیں ہوتا
کہ جس میں اسکی زہر کا دخل نہ ہو۔ اب اگر یہ سوال کیا
جائے کہ جو دوزخی ۷۲ فرقے حدیث میں مذکور ہیں
وہ کوئی نیا اسلام پیش کریں گے یا اسی اسلام کے
دعویدار رہوں گے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ سب
اسلام کے دعویدار ہونگے کیونکہ حضور علیہ السلام نے
ان کو امت کے لفظ سے بار بار ذکر کیا ہے مگر جو
لوگ نیا مذہب پیش کرینگے یہ وہ ہونگے جو خدا و رسول
کو نہیں مانینگے، اسلئے وہ امتِ محمدیہ میں داخل نہیں
پہلی قسم کا نام اہلِ اجابت ہے اور دوسری کا نام
اہل دعوت ہے اس مقام پر ایک مشکل سوال پیدا
ہوتا ہے کہ ۷۳ فرقوں میں سے ہر ایک فرقہ کا یہی
دعویٰ ہے کہ ہم نجات پانے والی (فرقہ ناجیہ) جماعت
ہیں اور ہم ہی ما انا علیہ واصحابی
کی صحیح مثال ہیں۔ کیا کوئی یہ عقدہ
ایمان داری سے حل کر سکتا ہے؟ اس لئے
اس کے جواب میں اہل السنت والجماعت
بے چین ہوئے اور بارگاہِ الٰہی میں

الى حضرة الله تعالى فوجدوا
قوله تعالى فلا وربك لا يؤمنون
حتى يحكموك فيما شجر بينهم فحكمنا
صلى الله عليه وسلم فی هذه
الفیصلة المعضلة فوجدنا جمده
تعالى فی ذلك الحدیث قوله صلی
الله علیه وسلم وهی الجماعة ومعلوم
ان لفظ الجماعة جزء من اسم
اهل السنة والجماعة فی روایة ابی
داؤد واحمد والمراد من الجماعة کثرة
الافراد وکثرة افراد اهل السنة
والجماعة المقلدین للمذاهب الاربعة
شرقا وغربا من الفرق الضالة
بدیهی لا یحتاج الی دلیل سوال
آخر قال بعض اهل الضلال المراد
من الجماعة فی الحدیث من کان علی
الحق وان قلت افراده قلنا لیس
الامر کما زعموا لان النبی صلی الله
علیه وسلم قال فی حدیث آخر
عن ابن عمر رضی الله عنهما قال
قال رسول الله صلی الله علیه وسلم
ان الله لا یجمع امتی او قال امة
محمد علی ضلالة وید الله علی الجماعة
ومن شذ شذ فی النار رواه الترمذی

اهل السنة و الجماعة

گڑگڑائے تو ان کو قرآن مجید کی یہ آیت نظر آئی
کہ بخدا وہ لوگ مومن شمار نہ ہونگے یہانتک کہ
وہ اپنے باہمی تنازعات میں آپکو حج نہ مانیں گے
اس لئے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس
لاینحل سوال میں اپنا حج مان لیا اور فیصلہ ہوگیا
کیونکہ حدیث مذکور میں حضور علیہ السلام کا یہ لفظ مبارک
موجود ہے کہ وہ فرقہ ناجیہ جماعت ہے اور یہ سب کو
معلوم ہے کہ جماعت کا لفظ فرقہ اہل سنت والجماعت
کے نام کا اصلی جزو ہے جیسا کہ امام احمد و ابو داؤد
کی روایت میں ہے اور جماعت سے مراد ہمیشہ
کثرت افراد ہوا کرتے ہیں اور کثرت افراد اہل سنت
والجماعت ہی ہیں جو مذاہب اربعہ کے مشرق و مغرب
میں مقلد ہیں اور یہ کثرت گمراہ فرقوں کے مقابلہ
پر ایسی روشن ہے جس کو کسی دلیل کی ضرورت نہیں
(سوال دیگر) ایک گمراہ فرقہ کا قول ہے کہ حدیث
میں جماعت کا لفظ آیا ہے اور اسی سے مراد اہل
حق ہیں اگرچہ ان کے افراد کی قلت ہو ہم جواباً کہتے
ہیں کہ یہ مطلب صحیح نہیں کیونکہ وہ خود نبی کریم صلے
اللہ علیہ وسلم نے ایک اور حدیث میں جسے حضرت
ابن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے فرمایا ہے
کہ خدا تعالیٰ میری امت کو یا بالفاظ دیگر امت محمدیہ
کو گمراہی پر متفق نہیں کرے گا اور جماعت پر خدا کا
ہاتھ ہوتا ہے۔ جو شخص جماعت سے الگ
ہوگا۔ وہ دوزخ میں پھینکا جائیگا (رواہ الترمذی)

امة محمد
لا تجتمع
على الضلالة

وعن ابی بصرة قال قال رسول الله
صلی الله علیه وسلم سألت ربی ان
لا تجتمع امتی علی ضلالة فاعطانیها
رواه الطبرانی وعن ابن عباس
رضی الله عنهما قال قال رسول الله
صلی الله علیه وسلم من فارق الجماعة
فمات مات میتةً جاهلیة رواه
البخاری۔ فان قیل وان ذکر فی
هذه الاحادیث لفظ الاجتماع
ولفظة الجماعة لکن لم یصرح بان
المراد من الجماعة کثرة الافراد نقول
من ابن عمر رضی الله عنهما قال قال
رسول الله صلی الله علیه وسلم اتبعوا
السواد الاعظم فانه من شذ
شذ فی النار رواه ابن ماجه وعن
معاذ بن جبل قال قال رسول الله
صلی الله علیه وسلم ان الشیطان
ذئب الانسان کذئب الغنم یاخذ
الشاة القاصیة والناحیة وایاکم
والشعاب وعلیکم بالجماعة والعامة
رواه احمد وعن ابی هریرة رضی الله
عنه قال قال رسول الله صلی الله
علیه وسلم من فارق الجماعة شبرا
فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه

ابو بصرہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا
ہے کہ میں نے خدا سے یہ درخواست کی تھی کہ میری
امت گمراہی پر متفق نہ ہو تو خدا نے مجھے یہ عطیہ بخش
دیا (رواہ طبرانی) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ
عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ جو شخص جماعت سے الگ ہو کر مر جائے
تو بے دینی کی موت مریگا۔ (رواہ البخاری) اگر
یہ سوال کیا جائے کہ اگرچہ حدیث میں لفظ جماعت
یا لفظ اجتماع مذکور ہے۔ لیکن احادیث میں
تصریح موجود نہیں کہ اس سے مراد کثرت افراد ہیں
تو ہم اس کے جواب میں یوں کہیں گے کہ حضرت ابن
عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم کثیر التعداد
جماعت کی تابعداری کرو، ورنہ جو الگ ہوگا، داخل
جہنم ہوگا (رواہ ابن ماجہ) اور حضرت معاذ بن جبل
رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شیطان انسان کے لئے
بھیڑیا ہے جس طرح کہ بھیڑ بکری کے لئے بھیڑیا ہوتا
ہے اور وہ اس بھیڑ بکری کو پکڑ لیتا ہے جو ریوڑ
سے الگ چرتی ہے یا کنارہ کرتی ہے تم ایسی کنارہ
کشیوں سے پرہیز رکھو اور عام اہل اسلام اور جماعت کا دامن تھام
رکھو (رواہ احمد) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی
کریمؐ نے فرمایا ہے کہ جو جماعت سے ایک بالشت بھر بھی الگ
ہوگا یوں سمجھو کہ اس نے اسلام کا جوا اپنی گردن سے اتار دیا

رواه احمد وابو داؤد مشكوة شريف
فعلم السواد الاعظم ولفظة العامة
تصريح بكثرة الافراد وكثرة افراد
أهل السنة والجماعة بالنسبة الى
جميع طوائف الضلال امر بديهي
معلوم بالضرورة فثبت ان الفرقة

الفرقة الناجية

الناجية هي أهل السنة والجماعة
المقلدين للمذاهب الاربعة المشهورة
والحمد لله على ذلك اذا علمت هذا

المجاز و الحقيقة

فاعلم ان المجاز والحقيقة مستعملان
في جميع لغات العرب والعجم
شقيها وسعيدها حتى في كلام
الله تعالى الملك العلام ولنقتصر
في هذا المقام بذكر بعض آيات
القرآن الحكيم قال الله تعالى الله
يتوفى الانفس حين موتها وقال
تعالى قل يتوفاكم ملك الموت
الذي وكل بكم فالاول حقيقة
والثاني مجاز قال الله تعالى يهب
لمن يشاء اناثا ويهب لمن يشاء
الذكور وقال تعالى حكاية عن
جبرئيل عليه السلام لاهب لك
غلاما زكيا فالاول حقيقة و
الثاني مجاز قال الله تعالى قل

(رواہ احمد وابوداود) یہ حدیث مشکوٰۃ شریف میں بھی
ہے۔ بہرحال السواد الاعظم یا العامۃ لفظ کثرت
افراد کی تصریح کر رہا ہے۔ اور اہل سنت والجماعت
کے افراد کی کثرت تمام گمراہ فرقوں کے مقابلہ پر بالکل
واضح اور صاف ہے۔ اور ہر ایک کو معلوم ہے اس
لئے ثابت ہوا کہ اس مقام پر فرقہ ناجیہ سے مراد اہل سنت
والجماعۃ ہی ہے جو مشہور مذاہب اربعہ کے مقلد ہیں
(الحمد للہ علی ذالک) ان معلومات کے بعد واضح ہو
کہ عرب وعجم کی تمام زبانوں میں حقیقۃ ومجاز کا استعمال
موجود ہے خواہ وہ اچھی ہوں یا بُری یہانتک کہ خود
کلام الٰہی میں بھی یہ دونوں موجود ہیں۔ چنانچہ ہم چند
آیات بطور نمونہ پیش کرتے ہیں (اوّل) یہ کہ خدا
موت کے وقت روح کو اپنے قبضہ میں کر لیتا ہے
پھر فرمایا کہ ملک الموت تمہیں وفات دیتا
ہے جو تم پر مسلط کردیا گیا ہے۔ پس توفی کا
تعلق خدا سے حقیقی ہے اور فرشتے سے
مجازی۔ (دوم) خدا جسے چاہتا ہے
لڑکیاں بخشتا ہے اور جسے چاہتا ہے
لڑکے بخشتا ہے۔ پھر حضرت جبرئیل
علیہ السلام کا قول یوں منقول ہے کہ آپ
نے حضرت مریم علیہا السلام کو یوں کہا
تھا۔ کہ میں اس لئے تیرے پاس آیا
ہوں کہ تمہیں مقدس لڑکا دوں۔ خدا کا ہبہ حقیقی ہے
اور جبریل ؑ کا مجازی۔ (سوم) اے میرے بندو!

يا عبادي الذين اسرفوا وان عبادي
ليس لك عليهم سلطان وقال تعالى
من عبادكم وامائكم فالاول حقيقة
والثالث مجاز قال الله تعالى هو
يحيي ويميت وقال تعالى حكاية عن
سيدنا عيسى عليه السلام واحي الموتى
باذن الله فالاول حقيقة والثاني مجاز
قال الله تعالى والله يهدي من يشاء
الى صراط مستقيم وقال تعالى وانك
لتهدي الى صراط مستقيم فالاول
حقيقة والثاني مجاز قال الله تعالے
يدبر الامر وقال تعالى فالمدبرات امرا
فالاول حقيقة والثاني مجاز قال الله
تعالى قل لا يعلم من في السموات والارض
الغيب الا الله وقال تعالى حكاية عن سيدنا
عيسى عليه السلام وانبئكم بما تاكلون
وما تدخرون في بيوتكم وقال الله
تعالى حكاية عن سيدنا يوسف عليه السلام
لا ياتيكما طعام ترزقانه الا نباتكما
بتاويله قبل ان ياتيكما فالاول حقيقة
والثاني مجازا قال الله تعالى عن سيدنا
ابراهيم واذا مرضت فهو يشفين و
قال تعالے حکایۃ عن
سیدنا عیسی علیہ السلام

جنھوں نے بے اعتدالی کی ہے رحمتِ الٰہی سے نا امید
نہ ہو جاؤ اور شیطان سے یوں کہا کہ میرے بندوں پر
تیرا تسلط نہ ہوگا۔ پھر فرمایا کہ تم اپنے بندوں اور
کنیزوں کے نکاح کر دیا کرو۔ پس پہلی دو آیتوں میں
عبد کا تعلق خدا سے حقیقی ہے اور تیسری آیت میں
لوگوں سے تعلق مجازی ہے (چہارم) خدا ہی موت حیات
دیتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول یوں نقل
کیا ہے کہ میں بفضلِ خدا مردے زندہ کرتا ہوں۔ تو
زندگی دینے کا تعلق خدا سے حقیقی ہے اور حضرت عیسیٰؑ سے
مجازی (پنجم) خدا جسے چاہے راہ راست دکھاتا ہے اور
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ راہ راست دکھاتے
ہیں مگر الٰہی ہدایت حقیقی ہے اور ہدایت نبوی مجازی ہے
(ششم) خدا کائنات کی تدبیر کرتا ہے پھر فرمایا کہ
قسم ہے انکی جو تدبیر کرنیوالے ہیں پہلی آیت میں حقیقت ہے
دوسری میں مجاز (ہفتم) کہو! جو لوگ یا فرشتے آسمان و
زمین میں ہیں انمیں سے کوئی بھی غیب نہیں جانتا لیکن اللہ
غیب جانتا ہے اور حضرت عیسیٰؑ کا حال یوں بتایا کہ آپ
کہتے تھے کہ میں تمکو سب کچھ بتاؤنگا۔ جو تم کھاتے ہو یا
جمع رکھتے ہو اپنے گھروں میں پھر حضرت یوسفؑ کے متعلق فرمایا کہ آپ
دو قیدیوں سے یوں کہتے تھے کہ نہیں آئیگی تمہاری خوراک جو تمہیں
دیجاتی ہے مگر میں اسکے آنے سے پہلے ہی تمہارے خوابوں کی
تعبیر کر دونگا پہلی آیت میں حقیقۃ دوسری دو آیتوں میں مجاز
ہے (ہشتم) حضرت ابراہیمؑ کا قول یوں نقل کیا ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ جب
میں بیمار ہوتا ہوں تو خدا ہی مجھے شفا دیتا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کہتے تھے کہ

والاكمه والابرص واحي الموتى باذن
الله فالاول حقيقة والثاني
مجاز قال الله تعالى وهو
الخلاق العليم وقال تعالى
حكاية عن سيدنا عيسى عليه السلام
اني اخلق لكم من الطين كهيئة
الطير فيكون طيرا باذن الله
فالاول حقيقة والثاني مجاز
قال الله تعالى ان الله
هو الرزاق ذو القوة
المتين وقال تعالى واذا حضر
القسمة اولوا القربى واليتمى و
المساكين فارزقوهم منه فالاول
حقيقة والثاني مجاز قال الله تعالى
ان الله هو السميع البصير وقال
تعالى انا خلقنا الانسان من نطفة
امشاج نبتليه فجعلناه سميعا بصيرا
فالاول حقيقة والثاني مجاز الى
غير ذلك من الآيات القرآنية والاحاديث
النبوية فاذا كان المجاز مستعملا في
كلام الله تعالى على العموم فان استعمله
عباده في بعض محاوراتهم فاي قباحة
فيه ويبنى على هذا الاصل مسائل
كثيرة التي هي معركة الآراء بين المقلدين

کہ میں مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا دیتا
ہوں اور خدا کے فضل سے مُردے بھی زندہ کر دیتا
ہوں پس پہلی آیت میں حقیقۃ ہے دوسری میں
مجاز (نہم) فرمایا کہ خدا ہی پیدا کرنے والا اور خوب
جاننے والا ہے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول
بیان کیا کہ میں مٹی سے پرندوں کی وضع و شکل
بناتا ہوں اور اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ خدا
کے فضل سے پرندے بن جاتے ہیں۔ یہاں بھی پہلے
حقیقۃ ہے پھر مجاز ہے (دہم) فرمایا کہ وہی خدا ایک
کا رازق ہے اور زبردست طاقت کا مالک ہے پھر
فرمایا کہ جب میراث تقسیم کرنے کے وقت رشتہ دار،
یتیم اور مسکین حاضر ہوں تو اس میں سے ان کو رزق
دو۔ یہاں بھی پہلے حقیقۃ ہے پھر مجاز ہے (یازدہم)
فرمایا کہ خدا ہی سمیع و بصیر ہے۔ پھر فرمایا کہ ہم نے
انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا تاکہ اس کو دنیا کے
ابتلاء میں ڈالیں اس لئے اسے سمیع و بصیر بنا دیا پہلا
سمیع و بصیر حقیقۃ ہے دوسرا مجاز۔ الغرض اس قسم
کی آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ بہت ہیں پس جب
حقیقت و مجاز کا استعمال قرآن مجید میں موجود
ہے تو اگر اسے خدا کے بندے استعمال کر لیں اپنے
محاورات میں تو کون سی قباحت ہوگی
بہرحال اس اصول پر کئی ایک
مسائل کی بنیاد قائم ہے۔ جو
مذاہب اربعہ کے مقلدین اور

للمذاهب الاربعة وبين غير
المقلدين للمذاهب ومن
نحى نحوهم فمن تلك المسائل

علم الغيب

مسئلة علم الغيب للنبي صلى
الله عليه وسلم اولبعض خواص
امته فاذا جاز ان يخبر سيدنا
عيسى عليه السلام بما يأكلون
وما يدخرون امته في بيوتهم
فلم لا يجوز ان يخبرنا سيدنا
رسول الله صلى الله عليه وسلم
او بعض خواص امته ببعض المغيبات
او الامور الآتية في الدنيا و
البرزخ فان قيل ان ذلك كان
معجزة لسيدنا عيسى عليه السلام
قلنا لم لا يجوز ان تكون هذه
الامور معجزة لسيدنا رسول الله
صلى الله عليه وسلم وكرامة لخواص
امته فان قيل كان ذلك باعلام الله
تعالى اياه قلنا كذلك كان هذا
باعلام الله تعالى اياه وليعلم ان
مسئلة علم الغيب من اكبر المسائل
المتنازعة بين علماء الوقت ووقع
الطرفان في الافراط والتفريط و
تشاجروا بينهم اشد المشاجرات و

وہابیوں کے درمیان زیر بحث اور استدلالی جنگ
کا میدان بنے ہوئے ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں کے درمیان
جو ان کے طریق پر چلتے ہیں چنانچہ ان میں سے ایک

المسئلة

علم غیب کا مسئلہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
اور خاصان امت محمدیہ کو حاصل تھا یا نہیں؟ پس
جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کھانے اور گھروں کے ذخیرہ
کی خبر غیب دیتے ہیں تو یہ امر کیوں جائز نہ ہوگا کہ نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور امت محمدیہ کے خاص
خاص مقرب بندے بھی غیب کی چند خبریں دیں
یا دنیا کے مستقبل کے حالات اور برزخ کے حالات
بتائیں اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ وہ تو حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ تو ہم کہتے ہیں کہ ہمارے
نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی غیب دانی
کیوں معجزہ نہیں ہوسکتی اور خواص امت کے
لئے کرامت کیوں نہیں ہوسکتی۔ اگر یہ سوال ہو
کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو تو خود خدا بتادیتا
تھا، تو ہم کہیں گے کہ ہمارے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم کو بھی تو خدا بتا دیتا تھا۔ اب واضح
رہے کہ مسئلہ علم غیب ایک عظیم الشان
زیر بحث مسئلہ ہے، جس پر علمائے وقت
جھگڑتے رہتے ہیں۔ اور فریقین افراط و
تفریط میں پڑ گئے ہیں۔ جس کی وجہ سے
ان کے درمیان سخت اختلاف رونما
ہوچکا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے

كفر بعضهم بعضا فقوم اثبتوا علم الغيب الكلي والجزئي وما كان وما يكون للنبي صلى الله عليه وسلم باعلام الله تعالى اياه وقوم نفوا العلم الكلي راسًا عنه صلى الله عليه وسلم وقالوا ان علم الغيب الكلي لا يكون الا لله تعالى واما الجزئي فكما يكون للرسول كذلك يكون للمجانين والبهائم عياذا بالله تعالى عن هذه العقيدة المفضية عن توهين الرسول صلى الله عليه وسلم المفضية الى سوء الخاتمة وقوم اثبتوا للنبي صلى الله عليه وسلم جميع علوم الغيب التي تتعلق بالنبوة من الامم السالفة[1] واحوال البرزخ واحوال القيامة ونعم الجنة وعذاب النار وبعض علوم العالم العلوي والسفلي باعلام الله تعالى اياه وهذه العقيدة هي المتوسطة بين الافراط والتفريط واقرب للتقوى وليت شعري اى جواب للمثبتين جميع علوم الغيب الكلي والجزئي وما كان وما يكون للنبي صلى الله عليه وسلم في العلوم

کو کافر بھی کہہ چکے ہیں۔ کیوں کہ ایک فریق نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کُلّی اور غیب جزئی اور غیب ماضی و مستقبل ثابت کیا ہے کہ خدا تعالےٰ نے آپ کو ان سب چیزوں کا علم دیا تھا۔ ایک فریق نے سرے سے علم کلّی ہی کی نفی کر دی ہے کہ وہ حضور علیہ السلام کو حاصل نہ تھا کیونکہ علم غیب کلی اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔ اور غیب جزئی تو کوئی بڑی بات نہیں کیونکہ وہ جس طرح رسولؐ کو حاصل ہے۔ اسی طرح دیوانوں اور چار پایوں کو بھی حاصل ہے (خدا ایسے عقیدہ سے بچائے) یہ ایسا عقیدہ ہے کہ جس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا اظہار ہوتا ہے اور کشاں کشاں بُرے خاتمہ تک پہنچانے والا ہے۔ ایک فریق نے وہ تمام علومِ غیبیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کئے ہیں جو رسالت اور نبوت سے تعلق رکھتے ہیں یا گذشتہ امتوں اور احوالِ برزخ یا قیامت کے خوفناک حالات سے تعلق رکھتے ہیں یا جنت کی نعمتوں اور دوزخ کے عذاب کے متعلق ہیں اس کے علاوہ علم غیب بھی جو عالم بالا اور دنیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو خدا تعالیٰ نے آپکو بتا دیئے ہیں اور یہ عقیدہ افراط و تفریط کے درمیان ہے اور تقوے کے قریب ہے۔ کاش ہمیں معلوم ہو جاتا کہ جو لوگ تمام قسم کے علوم غیبیہ کُلّی جزئی ماضی۔ حال اور استقبال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کرتے ہیں وہ ان علوم کے متعلق کیا جواب

[1] من احوال الامم

المنهية فى الشرع كالنجوم والجفر
والنيرنجات والكهانة والموسيقى
والسحر والرمل والحكمة اليونانية
فى الالٰهيات وما جوابهم نقول
الله تعالى وما علمناه الشعر وما
ينبغى له وقوله تعالى وما هو
بساحر وما هو بقول كاهن.
فان قيل هذه العلوم ليست من
الغيب بل من الشهادة نقول اما
كانت هذه العلوم داخلة فيما
كان وما يكون فان قيل نعم
قلنا رفع الله تعالى ساحة الرسالة
عن الاتهام بهذه العلوم فانه
هو الرسول النبى الامى والكفار
كانوا يتهمونه بالسحر قال الله
تعالى وما هو بساحر ويتهمونه
بالكهانة قال الله تعالى ولا
بقول كاهن وكانوا يقولون
انما يعلمه بشر قال الله تعالى
لسان الذى يلحدون اليه اعجمى
وهذا لسان عربي مبين وان
قيل لا يعنى ليست هذه العلوم
داخلة فيما كان وما يكون
نقول ففى اى شيئ تدخل هذه

دیں گے جو شرع میں ممنوع قرار دیئے گئے ہیں۔ مثلاً نجوم
جفر، شعبدہ بازی، کہانت، موسیقی، سحر، رمل، یونانی
فلسفہ جو الٰہیات کے متعلق ہے۔ (کیا یہ بھی آپ کو
حاصل تھے؟) اور وہ اس کا بھی کیا جواب دیں گے
کہ خود خدائے تعالےٰ نے تصریح کے ساتھ فرمایا ہے
کہ ہم نے اپنے رسولؐ کو شعر کا علم نہیں سکھلایا اور
نہ ہی یہ علم آپ کے شان کے شایاں ہے۔ اور یہ بھی
فرمایا کہ آپ جادوگر نہ تھے اور یہ قرآن کسی کاہن کا
قول نہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ علوم از قسمِ غیب
نہیں بلکہ از قسمِ ظاہر ہیں تو ہم جواب میں پوچھیں گے
کہ اگر وہ غیب میں داخل نہیں تو کیا وہ ماکان ومایکون میں
بھی داخل ہیں یا نہیں؟ تو اگر جواب دیا جائے کہ ہاں
وہ ان میں داخل ہیں تو ہم کہیں گے کہ اگرچہ وہ داخل ہیں
مگر خدا تعالےٰ نے ذاتِ رسالت کو ان علوم کی آلائش سے
صاف کر دیا ہوا ہے کیونکہ آپ رسولِ اُمّی تھے۔ کفار جادو
کا الزام دیتے تھے مگر خدا نے کہا وہ جادوگر نہیں۔
پھر وہ کہانت کا الزام دیتے تھے کہ جن بھوت کے ذریعہ
سے آپ خبریں دیتے ہیں لیکن خدا نے کہا کہ یہ قرآن کسی
کاہن کا قول بھی نہیں۔ پھر وہ کہتے تھے کہ کوئی اور آدمی
آپکو یہ قرآن سکھاتا ہے تو خدا نے جواب میں کہا کہ جس آدمی
کی طرف تعلیم قرآن کو منسوب کرتے ہیں وہ تو عجمی ہے۔
عربی زبان جانتا ہی نہیں اور یہ قرآن فصیح عربی میں ہے۔
اگر یوں کہا جائے کہ نہیں یعنی ماکان اور مایکون میں یہ
علوم ممنوعہ داخل نہیں تو ہم پوچھیں گے کہ پھر یہ علوم

العلوم ۔ وأي جواب للناهين عن
اخباره صلی اللہ علیہ وسلم
بعذاب القبر وسوال الملكين وضغطة
القبر واخباره عليه الصلوة والسلام
بالفتوحات الاسلامية قبل
وقوعها واخباره باحوال اخر الزمان
فوقع جميع ما اخبر به صلی اللہ علیہ
وسلم كما اخبر به واى جواب لهم
من تعيين مواضع قتل الكفار في
البدر فقتلوا في تلك المواضع وهل
البهائم والمجانين يخبرون بمثل هذا
وسمعت ممن اعمى الله قلبه ان النبي
صلى الله عليه وسلم لوكان يعلم
فتح المسلمين وقتل الكفار ببدر لما
التجاء الى الله في سجوده بفتح المؤمنين
وقتل الكفار ولم يعلم المحروم ان دعائه
عليه الصلوة والسلام للمسلمين كان
تعبدا وتواضعا لله تعالى اما كان
عليه الصلوة والسلام يعلم بانه على
الصراط المستقيم لقوله تعالى انك على
صراط مستقيم ومع ذلك يقرء في صلوته
اهدنا الصراط المستقيم قال الله تعالى
عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احدا الا
من ارتضى من رسول وقال الله تعالى

ممنوعہ کس قسم میں داخل ہوں گے۔ اور منکرین علم غیب
ان احادیث کا کیا جواب دیں گے۔ جن میں نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عذاب قبر۔ سوال ملائکہ۔ قبر
کی تنگی کی خبر دی ہے یا جن میں آپ نے قبل از وقوع
فتوحات اسلامیہ کی خبر دی ہے۔ یا اخیر زمانہ کی خبریں
دی ہیں۔ حالانکہ سب کچھ اسی طرح پیش آیا ہے جیسا کہ
نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا۔ اور اس کا کیا جواب
ہوگا جو آپ نے قتل کفار کے مقامات قتل جنگ بدر میں
بتائے تھے۔ چنانچہ وہیں وہ قتل ہوئے جہاں آپ نے
کہا تھا۔ کیا چار پائے اور دیوانے بھی ایسی خبریں دے
سکتے ہیں؟ میں نے خود اس آدمی سے سنا ہے جس
کے دل کو خدا نے اندھا کر دیا تھا کہتا تھا کہ اگر نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان کی فتح جانتے ہوتے اور بدر میں
قتل کفار کی خاص خاص جگہیں جانتے ہوتے تو مسلمانوں
کی فتح کے لئے اور قتل کفار کے واسطے سجدہ میں پڑ کر
دعا نہ کرتے۔ میں کہتا ہوں کہ اس محروم العقل کو یہ معلوم
نہیں کہ حضور علیہ السلام کی دعا کرنا مسلمانوں کے حق
میں خدا کے سامنے تواضع اور اظہار خاکساری تھی۔
کیا آپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ آپ صراط مستقیم پر قائم ہیں۔
حالانکہ خدا نے بتا دیا ہوا تھا کہ آپ صراط مستقیم پر ہیں
تاہم آپ نماز میں یہ الفاظ دہرایا کرتے تھے کہ اھدنا
الصراط المستقیم۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ تمہارا خدا
عالم الغیب ہے اور اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا
مگر اس رسول کو جسے وہ پسند کرے۔ پھر یہ بھی فرمایا

وما كان الله ليطلعكم على الغيب
ولكن الله يجتبي من رسله من يشاء
اما كان النبي صلى الله عليه وسلم
هو الرسول المرتضى والرسول المجتبى
فان قيل نعم دخل النبي صلى الله عليه
وسلم في الاستثناء في الآية الاولى
لانه هو الرسول المرتضى وفي مضمون
ولكن الله يجتبي من رسله من يشاء
لانه هو الرسول المجتبى وان قيل لا
نقول فمن الرسول المرتضى والمجتبى
الذي ذكره الله تعالى في الآيتين
المذكورتين والتحقيق في هذا المقام
ان جملة عالم الغيب تصح اطلاقها على
النبي صلى الله عليه وسلم باعتبار البعض
ولا تصح باعتبار البعض الآخر فان علم
بعض المغيبات كاخباره صلى الله عليه
وسلم باحوال عالم البرزخ من ضغطة
القبر وسوال الملكين وسعة القبر
سبعين ذراعا على المطيع وضيقه
على العاصي واخباره باحوال القيامة
من الوقوف والميزان والصراط والحوض و
الشفاعة والجنة ونعيمها والنار وجحيمها
واخباره ببعض المغيبات الدنيوية كمواضع
قتل المشركين ببدر ورد كتاب حاطب بن

کہ خدا تو تم کو علم غیب پر مطلع کرنے کے قریب بھی نہیں
ہے لیکن اپنے رسولوں میں سے جس رسول کو چاہے انتخاب
کر لیتا ہے تو کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم برگزیدہ اور
منتخب شدہ رسول نہ تھے ؟ اگر یوں کہا جائے کہ ہاں
نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پہلی آیت کے استثناء میں داخل
ہیں ۔ کیونکہ آپ برگزیدہ اور پسندیدہ رسول ہیں جس کا
ثبوت اس آیت میں ہے کہ لیکن اپنے رسولوں میں سے
اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے انتخاب کر لیتا ہے کیونکہ
آپ ہی رسول مجتبے ہیں ۔ اگر اس کا انکار کیا جائے تو
پھر ہم پوچھیں گے کہ پھر حضور علیہ السلام کے سوا ان
دونوں آیات میں کس رسول مجتبے و مرتضے کا ذکر ہے ؟
اس مقام پر تحقیق یہ ہے کہ عالم الغیب کے فقرہ کا
استعمال نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صحیح ہے باعتبار بعض
علم غیب کے اور بعض علم غیب کے اعتبار سے صحیح نہیں
کیونکہ بعض مغیبات کا خبر دینا آپ سے بالکل صحیح
اور درست ہے مثلاً آپ کا عالم برزخ کے متعلق قبر کی
تنگی اور منکر نکیر کے سوالوں کی خبر دینا اور نیک بندے
کی قبر کا ستر گز تک وسیع ہونے اور بدکار پر تنگ ہونے
کی خبر دینا یا احوال قیامت میں خدا کے سامنے پیش ہونے
وزن اعمال ۔ پل صراط ۔ حوض کوثر ۔ شفاعت جنت اور
اس کی نعمتیں اور دوزخ اور اس کی آگ کا خبر دینا یا
چند معاملات دنیاویہ سے خبر دینا مثلاً بدر میں مشرکین
کی قتل گاہیں بتانا یا حاطب بن بلتعہ کی چٹھی واپس
لینا جو اس نے پوشیدہ طور پر مشرکین کو لکھی تھی ۔

بلتعة المكتوب الى قريش واخباره اباجهل
بما اخفاه فى يده من الحصاة واخباره
بقتل ملك الفرس صبيحة ليلة قتله و
اخباره بموت النجاشى وصلوة الجنازة
عليه فى المدينة واخباره بأكل الارضة
صحيفة المعاهدة لقريش المعلقة فى
جوف الكعبة واخباره بموت جعفر الطيار
ورفيقيه فى غزوة المؤتة واخباره
بالفتح على يد الخالد بن الوليد سيف الله
واخباره بفتح باب قلعتا لخيبر على يد
على المرتضى واخباره بسم الشاة المسموم
التى اهدتها اليه اليهودية واخباره
بقتل على المرتضى ذا الثديين من الخارجين
واخباره بفتن اخر الزمان الى غير ذلك
من الاخبارات المغيبة كما لا يخفى على
من له ادنى ممارسة فى العلوم الاسلامية
فان قيل اخباراته بالمغيبات المذكورة
كان باعلام الله تعالى اياه قلنا
حصل المقصود ومتى قلنا ان اخباراته
بالمغيبات كانت من عند نفسه بغير
اعلام الله تعالى فاطلاق جملة عالم
الغيب عليه صلى الله عليه وسلم صحيح بهذا
الاعتبار فمن قال من المقلدين انه
عالم بجميع الغيوب او قال عالم

یا ابوجہل کو بتلایا کہ اس کی مٹھی میں کنکریاں ہیں۔ یا شاہ
فارس کے قتل کی خبر دینا خاص اسی صبح کو جبکہ مارا گیا
تھا۔ یا موت نجاشی شاہ حبشہ کی خبر دینا۔ پھر مدینہ طیبہ
میں اس پر غائبانہ جنازہ پڑھنا۔ یا یہ خبر دینا کہ دیمک اس
کاغذ معاہدہ کو کھا گئی ہے جو قریش نے آپ کے خلاف لکھ کر
بیت اللہ شریف میں آویزاں کیا تھا۔ یا حضرت جعفر طیار
رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر دینا اور اس کے دو
رفیقوں کی خبر دینا جنگ تبوک میں یا حضرت خالد سیف اللہ
کے ہاتھ پر فتوحات کا حاصل ہونا۔ یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ
کے ہاتھ پر قلعہ خیبر کا فتح ہونا یا بکری کے گوشت میں زہر
ملانے کی خبر دینا جو یہودیوں نے آپ کی خدمت میں بطور
تحفہ بھیجا تھا۔ یا آپ کا خبر دینا کہ حضرت علی کرم اللہ
وجہہ ذوالثدیین خارجی کو قتل کریں گے۔ یا اخیر زمانہ
میں فتنوں کا پیدا ہونا۔ غرضیکہ اسی قسم کی غیبی خبریں
کئی ایک اور بھی آپ نے دی ہیں جو اس شخص پر
مخفی نہیں جو علوم اسلامیہ میں مہارت اور واقفیت
رکھتا ہے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ یہ تو خدا کے بتانے
سے آپ نے بتائی ہیں اس لئے یہ خبریں غیب نہیں
بلکہ از قسم وحی ہیں۔ تو ہم کہتے ہیں کہ پھر بھی ہمارا دعویٰ
ثابت ہوا کہ آپ عالم الغیب تھے اور جب یوں کہا جائے
کہ خدا تعالیٰ کی اطلاع کے بغیر کشف کے طور پر آپ نے
یہ خبریں دی تھیں تو اس صورت میں بھی نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا صحیح ہوگا۔ جو مقلد یوں کہتے
ہیں کہ حضور علیہ السلام تمام قسم کے غیب کو جانتے تھے

بما كان وما يكون فمراده من العلوم
العلوم التي تتعلق بالرسالة و
التبليغ و افحام المنكرين واحوال
الانبياء المتقدمين ونجاة اممهم
المطيعين وهلاك المنكرين واحوال
امته عليه الصلوة والسلام في آخر
الزمان و ما يأتي عليهم من الفتن و
ما يجري عليهم من المحن حتى يدخل
اهل الجنة الجنة واهل النار النار نعم
العلوم التي لا يليق بهن الشعر والجفر
والرمل والسيمياء والكيمياء وغير
ذلك والعلوم التي لا تعلق لها بالرسالة
والنبوة والتبليغ كعلم
مثاقيل الجبال ومكائيل البحار و
قطرات الامطار واوراق الاشجار
الى غير ذلك من العلوم التي لا نعلم
اسمها ولا رسمها فذلك كله مختصة
بخالقها ومنشئها ومغنيها
فان قيل اذا ثبت انه صلى الله
عليه وسلم عالم ببعض
العلوم فما معنى اطلاق
جملة عالم الغيب عليه قلنا
ثبوت الصفة للشخص لا
يقتضي العلوم لتلك الصفة

یا یوں کہتے ہیں کہ آپ کو تمام ما کان و ما یکون کا علم
غیب تھا۔ تو ان کی مراد بھی وہی علوم غیبیہ ہیں۔ جو
تبلیغ رسالت اور منکرین کو لاجواب کرنے یا گذشتہ
انبیاء علیہم السلام کے حالات معلوم کرنے کے متعلق
ہیں یا ان کی مطیع امت کی نجات اور منکرین کی ہلاکت
کے متعلق ہیں۔ یا جو امت محمدیہ کے احوال سے تعلق
رکھتے ہیں جو اخیر زمانے میں پیش آئیں گے یا ان فتنوں
کی بابت ہیں جو امت محمدیہ پر آنے والے ہیں یا ان
تکالیف کے متعلق ہیں جو ان پر آئیں گی۔ یہاں تک کہ
اہل جنت جنت میں چلے جائیں گے اور اہل نار دوزخ
میں ٹھہریں گے۔ مگر ہاں وہ علوم جو آپکے شان کے شایاں
نہیں مثلاً علم شعر۔ جفر رمل سیمیا کیمیا وغیرہ اور
وہ علوم کہ جن کا تعلق تبلیغ رسالت سے قطعاً نہیں۔
مثلاً پہاڑوں کے وزن معلوم کرنا سمندروں کے پانی
ماپنے کا علم یا بارش کے قطرات کی گنتی یا درختوں کے
پتوں کی گنتی اور اسی قسم کے اور علوم کہ جن کے نام
بھی ہم نہیں جانتے اور نہ ہی ہمیں ان کی تشریح
معلوم ہے۔ تو یہ سب قسم کے علوم خاص خدائے خالق سے
ہی تعلق رکھتے ہیں۔ جو ان کو پیدا اور فنا کرنیوالا ہے
کسی انسان کا ان سے کوئی واسطہ نہیں۔ اگر کہا جائے
کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض غیبوں کے عالم
ہیں تو پھر عالم الغیب کے فقرہ کا آپ پر استعمال
کرنے کا کیا مطلب ہوگا۔ تو ہم جواب دیں گے کہ
کسی شخص کو کسی صفت سے موصوف کرنے کا یہ

بل يكفي في ذالك حصول بعض افراد الصفة لذلك الشخص فانك اذا قلت زيد عالم فليس المراد ان زيداً عالم بجميع علوم العالم حلالها و حرامها بل المتبادر من هذا القول ان زيداً عالم بعلوم المروجة المتداولة قال الله تعالىٰ ان الانسان ليطغى ان راه استغنى اي بعض الانسان فان كثيرا من الاغنياء كانوا عباداً الله الصالحين بل الانبياء والمرسلين صلواة الله عليهم اجمعين ومن تلك المسائل مسئلة ايصال ثواب الاعمال لارواح الاموات قالوا حرام او ممنوع او لغو عبث لايضر ولا ينفع على اختلاف آرائهم مستدلين بقوله تعالىٰ وان ليس للانسان الا ما سعىٰ. وفي هذه المسئلة اختلاف كثير بين علماء الطرفين وذكر حججهم يطول والعبد الضعيف مؤلف الرسالة لما راى بيان الشيخ ابن القيم[1] الجوزية الحنبلي في هذه المسئلة مشحونا

المسئلة

معنی نہیں ہوتا کہ اس صفت کے تمام اقسام بھی اس میں موجود ہوں - بلکہ اتنا ضروری ہوتا ہے کہ اس کے بعض حصے اس میں پائے جائیں کیونکہ جب یوں کہتے ہو کہ زید عالم ہے تو اس سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ زید تمام قسم کے علوم دنیاوی حلال حرام وغیرہ سب جانتا ہے - بلکہ بلا تکلف یہی ذہن میں آتا ہے کہ زید علوم مروجہ کا عالم ہے - جو روزمرہ استعمال ہوتے ہیں - اسی طرح خدا کا قول ہے کہ انسان بیشک اپنی حد سے بڑھ جاتا ہے جبکہ وہ اپنے آپکو مستغنی دیکھتا ہے - اس سے مراد بھی بعض انسان ہیں ورنہ کئی ایک مالدار اللہ کے بندے ہو گذرے ہیں بلکہ مالدار انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی تھے - اختلافی مسائل میں سے ایک مسئلہ ایصال ثواب کا بھی ہے - کہ مردوں کی روحوں کو اپنے اعمال کا ثواب پہنچانا جائز ہے یا نہیں؟ مخالف کہتے ہیں کہ حرام ہے یا ممنوع ہے یا بیفائدہ ہے جس میں نہ نفع ہے نہ نقصان - اس کے متعلق ان کے خیالات مختلف ہیں بہرحال مانعین کی دلیل یہ ہے کہ خدا نے فرمایا ہے کہ انسان کے لئے اپنی ہی کمائی کام آئے گی - اس مسئلہ میں فریقین کے علماء کے درمیان بڑا اختلاف ہے جن کے دلائل کا ذکر کرنا طوالت ہوگا - مگر اس رسالہ کے مصنف عبد ضعیف نے جب شیخ ابن قیم جوزی حنبلی کا اس مسئلہ میں ایک مضمون دیکھا جس میں انصاف بھرا ہوا

(۱) محمد ابن القيم الجوزية توفي سنة ٧٥١ هـ. [١٣٥٠ م.]

مسئلة وصول ثواب اعمال الاحیاء الی الاموات

بالانصاف اخذ به واستحسن
المقاملة معهم باعتقاد الشيخ
فيها لانه من اكابر مشايخهم في المذهب
لعلهم يرجعون الى الحق وها انا
اذكر ما قال الشيخ رحمه الله تعالى
في كتاب الروح فقال واما المسئلة
السادسة عشر وهي هل تنتفع ارواح
الموتى بشئ من سعي الاحياء ام لا
فالجواب انها تنتفع من سعي الاحياء
بامرين مجمع عليهما بين اهل السنة
من الفقهاء واهل الحديث والتفسير
احدهما ما تسبب اليه الميت في
حياته والثاني دعاء المسلمين
له واستغفارهم له والصدقة
والحج على نزاع ما الذي يصل
من ثوابه هل هو ثواب الانفاق
او ثواب العمل فعند الجمهور يصل
ثواب العمل نفسه وعند بعض
الحنفية انما يصل ثواب الانفاق
واختلفوا في العبادة البدنية
كالصوم والصلوة وقراءة القرآن
والذكر فمذهب الامام احمد
وجمهور السلف وصولها
وهو قول بعض اصحاب

تھا۔ تو مَیں نے وہی اختیار کر لیا اور یہی پسند
کیا کہ شیخ موصوف کے عقیدہ کے ساتھ ان کا
مقابلہ کر دوں۔ کیونکہ مسائل میں شیخ موصوف مخالفین
کا ایک مسلّم بزرگ ہے۔ امید ہے کہ وہ بھی
حق کی طرف رجوع کر لیں گے۔ چنانچہ مَیں شیخ
صاحب موصوف رحمہ اللہ کا وہ اقتباس پیش
کرتا ہوں جو آپ نے اپنی کتاب کتاب الروح
میں درج کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ سولھواں مسئلہ یہ
ہے کہ آیا مُردہ کی رُوح زندہ کے اعمال سے فائدہ
اٹھا سکتی ہے یا نہیں؟ جواب یوں ہے کہ فائدہ
اٹھا سکتی ہے دو طریق سے جن پر اہل سنت
کے فقہاء، اہلحدیث اور مفسرین کا اتفاق ہے۔
پہلا طریق یہ ہے کہ مُردہ اپنی زندگی میں اس عمل کا
باعث بنا ہو۔ دوسرا طریق یہ ہے کہ زندہ مسلمان
اس کے حق میں دعاء اور استغفار کریں یا صدقہ
خیرات کریں یا حج کریں۔ گو اس میں یہ اختلاف
ہے کہ مُردہ کو ثواب مال خرچ کرنے کا ملے گا یا
اصل عمل کا ثواب ہوگا۔ جمہور اہل علم کے نزدیک
خود نیک عمل کا ثواب ملتا ہے اور بعض حنفیہ کے
نزدیک نیک عمل پر مال خرچ کرنے کا ثواب ملتا
ہے۔ پھر ان کا اس میں اختلاف ہے کہ بدنی عبادات
مثلاً نماز روزہ، تلاوتِ قرآن اور ذکر الٰہی کا
ثواب پہنچتا ہے یا نہیں؟ تو امام احمد بن حنبل اور
جمہور سلف کا یہ مذہب ہے کہ یہ بھی پہنچتا ہے

ابی حنیفۃ نص علی ہذہ الامام
احمد فی روایۃ محمد بن یحیی الکحال
قال قیل لابی عبد اللہ الرجل
یعمل الشیئ من الخیر من صلوۃ
او صدقۃ او غیرہ ذلک فیجعل
نصفہ لابیہ اولامہ قال ارجو
وقال المیت یصل الیہ کل شیئ
من صدقۃ او غیرہا وقال
ایضاً اقرأ ایۃ الکرسی ثلاث
مرات وقل ہو اللہ احد وقل
اللہم ان فضلہ لاہل المقابر۔
فالدلیل علی انتفاعہ بما تسبب
الیہ فی حیاتہ ما رواہ مسلم فی
صحیحہ من حدیث ابی ہریرۃ
رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا مات
الانسان انقطع عنہ عملہ الا من
ثلاث الا من صدقۃ جاریۃ
او علم ینتفع بہ او ولد صالح
یدعو لہ فاستثناء ہذہ الثلث
من عملہ یدل علی انہا منہ فانہ
ہو الذی تسبب الیہا وفی سنن
ابن ماجہ من حدیث ابی
ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال

اور یہی قول حضرت امام اعظمؒ کے بعض شاگردوں
کا بھی ہے۔ اور اس فتوے پر محمد بن یحیی کحال
کی روایت میں یوں تصریح موجود ہے کہ امام احمدؒ
سے سوال کیا گیا کہ ایک آدمی کوئی نیک عمل
کرتا ہے مثلاً نماز۔ صدقہ۔ خیرات یا کوئی اور
نیک عمل اور اس کا نصف حصہ اپنے باپ یا
اپنی والدہ کے لئے مقرر کرتا ہے۔ کیا یہ جائز ہے؟ آپ نے کہا
کہ مجھے اُمید ہے کہ وہ صحیح ہے پھر فرمایا کہ
میت کو ہر چیز (از قسم صدقہ وغیرہ) پہنچتی ہے
یہ بھی کہا کہ آیۃ الکرسی تین دفعہ اور قل ہو اللہ
احد ایک دفعہ پڑھو اور یوں دعا میں کہو کہ یا اللہ
اس کا ثواب اہلِ مقابر کو پہنچے۔ اس امر کا ثبوت
کہ جس نیک کام کا مُردہ خود باعث اپنی زندگی میں
بن چکا ہے اُس سے اس کو فائدہ پہنچتا ہے۔ یہ
ہے کہ امام مُسلمؒ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
سے ایک روایت لکھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ انسان جب مرتا ہے
تو اس کے اعمال ختم ہو جاتے ہیں مگر تین قسم
کے عمل جاری رہتے ہیں۔ اوّل صدقہ جاریہ
دوم مفید علم سوم نیک اولاد جو اُس کے حق
میں دعاگو رہے۔ ان تین اعمال کا استثنا کرنا
اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ عمل بھی اسی میت کے
ہیں کیونکہ وہی ان کا باعث بنا ہے اور سنن ابن
ماجہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک

قال رسول الله صلی الله علیه
وسلم انما یلحق المؤمن من عمله
وحسناته بعد موته علماً علمه ونشره
او ولداً صالحاً ترکه او مصحفاً
ورثه او مسجداً بناه او بیتاً
لابن السبیل بناه او نهراً اکراه
او صدقة اخرجها من ماله فی
صحته وحیاته تلحقه بعد موته۔
انتهی مختصراً والدلیل علی
انتفاعه بغیر ماتسبّب فیه
القرآن والسنة والاجماع و
قواعد الشرع اما القرآن
فقوله تعالیٰ والذین جاؤا
من بعدهم یقولون اغفرلنا
ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان
فاثنی الله سبحانه علیهم
باستغفارهم للمؤمنین
قبلهم وقد دل علی انتفاع المیّت
بالدعاء اجماع الامة علی
الدعاء له فی صلوة الجنازة
وفی السنن من حدیث ابی
هریرة رضی الله عنه قال قال
رسول الله صلی الله علیه وسلم
اذا صلیتم علی المیّت فاخلصوا له

یہ بھی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ مومن کے نیک اعمال میں سے
موت کے بعد اس کو یہ عمل پہنچتے ہیں۔ اول
جو اس نے پڑھایا اور پھیلایا۔ دوم نیک اولاد
جسے اپنا جانشین بنا گیا۔ سوم قرآن مجید جو ورثہ
میں چھوڑ گیا۔ چہارم مسجد جو اس نے بنائی۔ پنجم
سرائے جو مسافروں کے لئے تیار کی۔ ششم نہر
جو اس نے کھدوائی۔ ہفتم صدقہ جو اپنی زندگی میں
بحالتِ صحت الگ کر چکا ہے۔ یہ موت کے بعد
اُسے پہنچے گا (مختصر طور پر یہ مضمون ختم ہوا) اور
یہ امر کہ جس چیز کا باعث وہ مُردہ نہیں بنا۔ اس کا
ثواب یا نفع بھی اسے پہنچتا ہے تو اس کا ثبوت
قرآن، حدیث، اجماع اور اصول شرع سے ملتا
ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں ہے کہ جو مسلمان پہلے
مسلمانوں کے بعد دنیا میں آئے ہیں وہ کہتے ہیں
کہ یا اللہ ہمیں بخش اور ہمارے ان بھائیوں کو
بھی بخش، جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں دیکھو
خداتعالےٰ نے ان مسلمانوں کی تعریف کی ہے۔ جو
اپنے پہلوں کے لئے مغفرت مانگتے ہیں۔ اور اجماع
اُمت محمدیہ سے ثابت ہے کہ نماز جنازہ میں میت کے
لئے دعا کرنے سے اسے فائدہ پہنچتا ہے۔ اور کتب
حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک
روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھو تو خلوص دل

الدعاء، وفی صحیح مسلم من حدیث
عوف بن مالک قال صلی اللہ علیہ
وسلم علی جنازۃ فحفظت من
دعائہ وھو یقول اللھم اغفرہ
وارحمہ وعافہ واعف عنہ واکرم
نزلہ واوسع مدخلہ الی آخر الحدیث
انتھی مختصرا **فصل** واما وصول
ثواب الصدقۃ ففی الصحیحین
عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان
رجلا اتی النبی صلی اللہ علیہ
وسلم فقال یا رسول اللہ ان امی
افتلتت نفسہا ولم توص واظنہا
لو تکلمت تصدقت افلہا اجر
ان تصدقت عنہا قال نعم
وفی صحیح البخاری عن
عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما
ان سعد بن عبادۃ توفیت امہ
وھو غائب عنہا فاتی النبی صلی
اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ان امی
توفیت وانا غائب عنہا فہل ینفعہا
ان تصدقت عنہا قال نعم قال
فانی اشہدک ان حائطی المخراف
صدقۃ عنہا وفی السنن و

سے اس کیلئے دعا کرو اور صحیح مسلم میں عوف بن
مالک سے روایت ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم
نے ایک جنازہ پڑھا۔ اس میں آپ نے میت کے لئے
جو دعا فرمائی تھی میں نے "یاد" کر لی چنانچہ آپ فرماتے
تھے کہ یا اللہ اسے بخشدے اور اس پر رحم کر اور
اسے سلامتی دے۔ اس کے قصور معاف کر اپنے
پاس عزت و آبرو کے ساتھ اسے فروکش کر اور اپنی
بارگاہ میں اس کا داخلہ وسیع کر (انتہی) **(فصل)**
صدقہ کا ثواب پہنچنا اس حدیث سے ثابت ہے
جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیحین میں مروی
ہے کہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں ایک آدمی حاضر
ہوا اور کہا کہ میری ماں مر گئی ہے اور وصیت نہیں
کر سکی۔ مجھے خیال ہے کہ اگر بول سکتی تو ضرور صدقہ
کرتی۔ تو کیا میں اگر صدقہ کروں تو اس کو ثواب ملیگا
تو آپ نے فرمایا کہ ہاں ضرور ملیگا۔ صحیح بخاری میں
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے
روایت ہے کہ سعد بن عبادہ کی ماں مر گئی اور
وہ غیر حاضر تھا۔ پھر وہ حضور علیہ السلام کے پاس
آیا اور کہنے لگا۔ یا رسول اللہ میری ماں میری
غیر حاضری میں مر گئی ہے تو اگر میں اس کی
طرف سے وکیل بنکر صدقہ کروں تو کیا اسے
کچھ فائدہ ہوگا۔ تو آپ نے فرمایا ہاں فائدہ
ہوگا۔ پھر سعد نے کہا کہ آپ گواہ رہیں کہ میرا مخراف
باغ اس کی طرف سے صدقہ ہے اور یہی حدیث

فصل

نے صلی رسول اللہ

مسند احمد عن سعد بن عبادة
انه قال یا رسول الله ان ام سعد
ماتت فای الصدقة افضل
قال الماء فحفر بیرا وقال هذه
لام سعد۔ انتهی **فصل** واما
وصول ثواب الصوم
ففی الصحیحین عن عائشةؓ
ان رسول الله صلی الله علیه
وسلم قال من مات وعلیه
صیام صام عنه ولیه وفی
الصحیحین ایضا عن ابن عباس
رضی الله عنهما قال جاء رجل
الی النبی صلی الله علیه وسلم
فقال یا رسول الله امی ماتت
وعلیها صوم شهر افاقضیه
عنها قال نعم وفی روایة
جاءت امراة الی رسول الله
صلی الله علیه وسلم فقالت
یا رسول الله ان امی ماتت
وعلیها صوم نذر افاصوم
عنها قال ارأیت لو کان
علی امك دین فقضیته اکان
یؤدی ذلك عنها قالت نعم
قال فصومی عن امك وهذا

یہی نقل ہے اور مسند احمد میں بھی سعد بن عبادہ سے
روایت ہے کہ اس نے کہا کہ میری ماں ام سعد مرگئی
ہے تو آپ فرمائیے کہ کس قسم کی خیرات اس کی طرف
سے افضل ہوگی تو آپ نے فرمایا کہ پانی کی خیرات
افضل ہے۔ پھر اس نے ایک کنواں بنوایا اور
کہا کہ یہ کنواں میری ماں ام سعد کا ہے (انتہی)
(فصل) رہا روزہ کا ثواب پہنچانا تو اس کے
متعلق بھی صحیحین میں روایت ہے حضرت عائشہ
سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو
مر جائے اور اس کے ذمہ پر روزے باقی ہوں
تو اس کا وارث اس کی طرف سے روزے رکھے
اور یہ بھی صحیحین میں ہی روایت ہے کہ ایک آدمی
حضور علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میری
ماں مرگئی ہے اور اس کے ذمہ ایک ماہ کے روزے
باقی ہیں تو کیا میں اس کی طرف سے قضا کروں
تو آپ نے فرمایا ہاں قضا کرو ایک روایت میں ہے
کہ ایک عورت حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی
اور کہنے لگی کہ میری ماں مرگئی ہے اور اس کے ذمہ
پر نذر کے روزے باقی ہیں تو کیا اس کی طرف سے
میں روزے رکھوں؟ تو آپ نے فرمایا کہ تم یہ خیال
کرو کہ اگر اس کے ذمہ پر قرضہ ہوتا تو تو اسے ضرور ادا
کرتی۔ تو کیا وہ اس کی طرف سے ادا ہو جاتا یا
نہ ہوتا۔ کہنے لگی ہاں وہ تو ادا ہو جاتا۔ تو پھر
آپ نے فرمایا کہ تو اس کی طرف سے روزے بھی

فصل

فصل

اللفظ للبخاری وحدہ تعلیقا
انتہی مختصرا۔ **فصل** واما
وصول ثواب الحج ففی صحیح
البخاری عن ابن عباس
رضی اللہ عنہما ان امراۃ من
جھینۃ جاءت الی النبی صلی اللہ
علیہ وسلم فقالت ان امی نذرت
ان تحج فلم تحج حتی ماتت
افاحج عنہا قال حجی عنہا ارایت
لوکان علی امک دین اکنت
قاضیۃ اقضوا اللہ فاللہ
احق بالقضاء وروی ایضا
عن ابن عباس رضی اللہ عنہما
ان امراءۃ سالت النبی صلی اللہ
علیہ وسلم عن ابنہا مات ولم
یحج قال حجی عن ابنک انتہی مختصرا
ثم قال الشیخ واجمع المسلمون
علی ان قضاء الدین یسقط
من ذمتہ ولوکان من اجنبی
اومن غیر ترکتہ وقد دل علیہ
حدیث قتادۃ حیث ضمن
الدینارین عن المیت فلما قضا
ھما قال لہ النبی صلی اللہ علیہ
وسلم الآن بردت علیہ جلدتہ

رکھ (یہ لفظ بطور تعلیق کے صرف بخاری میں ہیں) (انتہی)
(**فصل**) رہا ثواب حج کا پہنچنا۔ تو اس کے متعلق
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت صحیحین
میں موجود ہے کہ قبیلہ جُہینہ کی ایک عورت نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی
کہ میری ماں نے نذر مانی تھی کہ حج کرے گی مگر وہ حج
نہیں کرسکی اور مرگئی تو کیا میں اس کی طرف سے حج
کروں؟ آپؐ نے فرمایا۔ اس کی طرف سے حج کر۔ پھر
فرمایا کہ تم خود سمجھو کہ اگر تیری ماں پر قرضہ ہوتا تو تو
اس کی طرف سے ضرور ادا کرتی۔ اس لئے خدا کا قرضہ
بھی ادا کرو۔ کیونکہ اس کا قرضہ ادا کرنا تو سب سے زیادہ
ضروری ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے یہ بھی روایت
ہے کہ ایک عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے
سوال کیا تھا اپنے بیٹے کے متعلق کہ وہ مرگیا ہے
اور حج نہیں کرسکا۔ تو آپؐ نے فرمایا تو پھر تم اس
کی طرف سے حج کرو (انتہی مختصراً) اس کے بعد شیخ
موصوف فرماتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا اس امر پر
اجماع اور اتفاق ہے کہ میت کا قرضہ بعد میں ادا
کرنے سے ساقط ہوجاتا ہے۔ اگرچہ ادا کرنے والا
کوئی بیگانہ ہو یا اس کے مال متروکہ سے بھی ادا نہ
کیا جائے۔ اور حدیث قتادہؓ کی اس کا ثبوت دیتی
ہے کہ اس نے ایک میت کی طرف سے دو دینار کی
ضمانت دی تھی اور جب ادا کردیئے تو حضور علیہ السلام
نے فرمایا کہ اب تو نے اس کے جسم کو ٹھنڈا کیا ہے اب

وأما قراءة القرآن فقال الشيخ
في أول كتاب الروح في المسألة
الأولى وقد ذكر عن جماعة من السلف
انهم أوصوا ان يقرأ عند قبورهم
وقت الدفن قال عبد الحق يروى
ان عبد الله بن عمر أمر ان يقرأ
عند قبره سورة البقرة وممن
رأى ذلك العلي بن عبد الرحمن
وكان الامام احمد ينكر ذلك
أولا حيث لم يبلغه فيه اثر
ثم رجع عن ذلك وقال
الخلال[1] في الجامع كتاب القراءة
عند القبور اخبرنا العباس
بن محمد الدوري ثنا يحيى
بن معين ثنا مبشر الحلبي
حدثني عبد الرحمن بن
العلاء بن اللجلاج عن ابيه
قال قال ابي اذا انا مت
فضعني في اللحد وقل بسم الله
وعلى سنة رسول الله وسن
علي التراب سنا واقرء عند رأسي
بفاتحة البقرة وخاتمتها فاني سمعت
عبد الله بن عمر يقول ذلك انتهى
مختصرا ثم قال الشيخ بعد ايراد

رہی تلاوتِ قرآن، تو اس کے متعلق بھی شیخ موصوف
نے اپنی تصنیف کتاب الروح کے آغاز میں مسئلہ
اول کہہ کر بیان کیا ہے کہ سلف صالحین کی
ایک جماعت سے روایت ہے کہ انہوں نے
مرتے وقت یہ وصیت کی تھی کہ دفن کے وقت
ان کے پاس قرآن شریف پڑھا جائے۔ شیخ
عبدالحق کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رض سے
روایت ہے کہ آپ نے حکم دیا تھا کہ میری قبر کے
پاس سورۂ بقر پڑھی جائے اور مجوزین میں سے
ایک حضرت علی بن عبدالرحمٰن بھی ہیں اور حضرت احمد
بن حنبلؒ جب تک کہ آپکو کسی صحابی کا عمل معلوم
نہ تھا۔ اس کے منکر تھے۔ پھر آپ نے رجوع کر لیا
اور جناب خَلّال اپنی جامع میں بعنوان دیگر
کہ قبر کے پاس تلاوتِ قرآن جائز ہے لکھتے ہیں
کہ عباس بن محمد دوری نے ہمیں بتایا تھا کہ یحیٰی بن
معین نے ہمیں بتایا تھا کہ معشر حلبی نے کہا ہے
کہ عبدالرحمٰن بن علاء بن حلاج اپنے باپ سے
روایت کرتا ہے کہ میرے باپ نے کہا تھا کہ جب
میں مر جاؤں تو مجھے لحد میں رکھتے ہوئے یوں کہو
بسم اللہ علیٰ سنت رسول اللہ۔ پھر مجھ پر مٹی ڈالتے
جانا اور میرے سرہانے سورہ بقرہ کی ابتدائی اور
آخری آیات پڑھنا کیونکہ میں نے حضرت عبداللہ
بن عمر سے سنا ہوا ہے کہ آپ یوں کہا کرتے تھے
(انتہی مختصراً) اس کے بعد کہ شیخ موصوف عقلی

(١) ابو بكر احمد خلال البغدادي الحنبلي توفي سنة ٣١١ هـ. [٩٢٣ م.]

الادلة العقلية والنقلية و
هذه النصوص متظاهرة على
وصول ثواب الاعمال الى الميت
اذا فعله الحي عنه وهذا
محض القياس فان الثواب
حق العامل فاذا وهبه لاخيه
المسلم لم يمنع من ذلك
كما لم يمنع من هبة ماله
في حياته وابرائه له منه بعد موته
وقد نبه النبي صلى الله عليه
وسلم بوصول ثواب الصوم
الذي هو مجرد ترك ونية
تقوم بالقلب لا يطلع عليه
الا الله وليس بعمل الجوارح
وعلى وصول ثواب القراءة
التي هي عمل باللسان تسمعه
الاذن وتراه العين بطريق
الاولى. ويوضحه ان الصوم نية
محضة وكف النفس عن المفطرات
وقد اوصل الله ثوابه الى الميت
فكيف بالقراءة التي هي عمل و
نية بل لا تفتقر الى النية فوصول
ثواب الصوم الى الميت فيه تنبيه
على وصول سائر الاعمال

اور نقلی دلائل دے چکے ہیں. فرماتے ہیں کہ یہ تصریحات
اس امر پر متفق ہیں کہ جب زندہ میت کی طرف سے
کوئی عمل کرتا ہے تو اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے
اور عقل کا مقتضیٰ بھی یہی ہے کہ گو ثواب عمل کرنے
والے کا حق ہے مگر جب وہ اپنے مسلم بھائی کو
بخش دیتا ہے تو کوئی ممانعت نہیں ہوتی جس طرح
کہ اس امر کی ممانعت نہیں کہ اسکی زندگی میں
اپنا کچھ مال بخشدے یا اسکی موت کے بعد اسکو مال کی
ادائیگی سے بری الذمہ کردے. خود رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبردار کر دیا ہے کہ روزہ
کا ثواب میت کو پہنچتا ہے حالانکہ وہ روزہ صرف
ترک اکل و شرب اور نیت کا نام ہے اور نیت کا تعلق
صرف دل سے ہے جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی
مطلع نہیں ہوتا اور یہ روزہ کوئی محسوس قسم کا عمل
نہیں اور آنحضرت علیہ السلام نے یہ بھی بتا دیا ہے
کہ قرأۃ قرآن کا ثواب بھی بطریق اولےٰ پہنچتا ہے
جو زبان کا عمل ہے اور اسے کان سنتے ہیں اور آنکھ
دیکھتی ہے. اس کی وضاحت یہ ہے کہ روزہ صرف نیت
ہے اور روزہ شکن امور سے اپنے نفس کو روکنے کا نام
ہے. اور خدا اسکا ثواب میت کو پہنچا دیتا ہے تو
بھلا قرأۃ قرآن کا ثواب کیوں نہ پہنچے گا جو عمل اور
نیت سے مرکب ہے بلکہ اس میں نیت کی بھی ضرورت
نہیں ہوتی پس میت کو روزہ کے ثواب کے پہنچنے
میں اس امر کا اشارہ ہے کہ باقی اعمال کا ثواب بھی

والعبادات قسمان مالية و بدنية وقد نبّه الشارع بوصول ثواب الصدقة على وصول ثواب سائر العبادات المالية و نبّه بوصول ثواب الصوم على وصول ثواب سائر العبادات البدنية و اخبر بوصول ثواب الحج المركب من المالية و البدنية فالانواع الثلثة ثابتة بالنص والاعتبار وبالله التوفيق۔

میت کو پہنچتا ہے۔ اب عبادات دو قسم ہیں مالی اور بدنی اور تیسری ان کے مرکب کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ اور حضور علیہ السلام نے ثواب صدقہ کے پہونچنے میں باقی عبادات مالیہ کے پہنچنے پر اشارہ کر دیا ہے اور روزہ کے ثواب پہنچنے میں آپ نے اشارہ کیا ہے کہ تمام عبادات بدنیہ کا ثواب پہنچتا ہے۔ اور آپ نے حج کے ثواب پہنچنے کی بھی خبر دی ہے جو عبادت مالی اور بدنی سے مرکب ہے۔ پس تینوں قسم کا ایصالِ ثواب نص اور قیاس شرعی سے ثابت ہو گیا وباللہ التوفیق۔

ثم قال الشيخ قال المانعون قال الله تعالى وان ليس للانسان الا ما سعى وقال لا تجزون الا ما كنتم تعملون وقال لها ما كسبت وعليها ما اكتسبت وقد ثبت عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال اذا مات العبد انقطع عمله الا من ثلاث صدقة جارية عليه او ولد صالح يدعو له او علم ينتفع به من بعده فاخبر انه انما ينتفع بما كان تسبّب اليه في الحيوة وما لم يكن قد تسبّب فهو منقطع عنه

پھر شیخ موصوف لکھتے ہیں کہ مخالفین کی دلیل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انسان کے لئے وہی ہے جو اس نے کمایا اور یہ بھی فرمایا کہ تم کو اسی کا بدلہ ملیگا جو تم دنیا میں کرتے تھے۔ پھر فرمایا کہ انسانی نفس کے لئے وہ نیک عمل کام آئیگا جو اس نے کمایا ہوگا۔ اور اس پر اس بدعملی کا بوجھ پڑیگا جو نفس پروری کے لئے اس نے کمائی ہوگی اور حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ انسان مرتا ہے تو اس کے عمل بند ہو جاتے ہیں۔ سوائے تین صورت کے کہ صدقہ جاریہ ہو جو اس کے نام پر چلتا رہے یا اولاد نیک ہو جو اُسے نیک دعا دے یا مفید تعلیم ہو جس سے اس کے بعد لوگوں کو فائدہ پہنچے۔ بہرحال حضور علیہ السلام نے وہ اعمال نافعہ بتا ہیں کہ جن میں بحالتِ حیات خود انسان کی اپنی کوشش کا کچھ دخل ہو اور جنہیں اس کا کچھ دخل نہیں۔ وہ عمل

ثم ذكر الشيخ دلائل عقيدتهم
واعتراضاتهم على المجوزين
وقال اصحاب الوصول ليس
في شيئ مما ذكرتم ما يعارض
ادلة الكتاب والسنة واتفاق
سلف الامة ومقتضى قواعد
الشرع اما قوله تعالى وان
ليس للانسان الا ما سعى
فقد اختلفت طرق الناس
في المراد بالاية فقالت طائفة
المراد بالانسان ههنا الكافر
واما المؤمن فله ما سعى
وما سُعي له وقالت طائفة
الاية اخبار شرع من قبلنا
وقد دل شرعنا على ان له
ما سعى وما سعي له وقالت
طائفة اللام بمعنى على اي و
ليس على الانسان الا ما سعى
وقالت طائفة في الكلام حذف
تقديره وان ليس للانسان
الا ما سعى او سعي له وقالت
طائفة اخرى الاية منسوخة بقوله
تعالى والذين امنوا واتبعتهم
ذريتهم بايمان الحقنا بهم ذريتهم

ضرور بند کئے جائینگے۔ اس کے بعد شیخ موصوف
نے انکے عقائد کے دلائل بیان کئے ہیں اور مجوزین
ایصالِ ثواب پر انکے اعتراضات لکھے ہیں۔ پھر جو
ایصالِ ثواب کے قائل ہیں انہوں نے مخالفین کو
یوں خطاب کیا ہے کہ جو کچھ تم نے بیان کیا ہے۔ اس
میں ایک دلیل بھی ایسی نہیں جو ہماری تحقیق کے مخالف
ہو جو ہم نے کتاب وسنت اور اجماع سلف صالحین اور
نتائج قیاس شرعیہ سے پیش کی ہے کیونکہ یہ آیت کہ
لیس للانسان الا ما سعیٰ مفسرین کے درمیان
مختلف فیہ ہے کہ اس انسان سے کیا مراد ہے۔ ایک
جماعت کا قول ہے کہ اس سے مراد کافر انسان ہے اور
مومن انسان کیلئے اس کی اپنی کمائی بھی مفید ہے اور
وہ کمائی بھی مفید ہے جو غیر کی طرف سے اس کیلئے
کی جائے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ ایک جماعت کی رائے
ہے کہ یہ آیت پہلی شریعتوں کی خبر دیتی ہے۔ ورنہ
ہماری شریعت میں تو اپنی اور غیر کی کمائی دونوں ثابت
ہیں۔ ایک گروہ کا قول ہے کہ لام بمعنی علیٰ ہے اور اس
کا یہ معنی ہے کہ انسان کا نقصان اسی کی کمائی سے ہوگا
غیر کی بدعملی سے اسے نقصان نہیں پہنچیگا۔ ایک فریق
کا خیال ہے کہ اس مقام پر (او سُعِیَ لَہٗ) مقدر ہے
تو اصل آیت یوں ہوگی کہ لیس للانسان الا ما سعیٰ
او سُعِیَ لَہٗ ایک فریق کہتا ہے کہ یہ آیت ہی منسوخ ہے
اس آیت سے کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انکی اولاد
ایمان لانے میں انکی تابع ہے تو ہم انکی اولاد کو ان میں ہی

وهذا منقول عن ابن عباس
رضي الله عنهما وقالت طائفة
اخرى المراد بالانسان الحي دون
الميت. قال الشيخ رحمه الله تعالى
وهذه التاويلات كلها من
سوء التصرف في اللفظ العام.
ولم يرض به الشيخ ثم قال و
قالت طائفة اخرى وهو جواب
ابي الوفاء[1] بن عقيل قال الجواب
الجيد عندي ان يقال الانسان
بسعيه وحسن عشيرته اكتسب الا
صدقاء واولد الاولاد ونكح
الازواج واسدى الخير وتودّدوا
الى الناس فترحموا عليه واهدوا
له العبادات وكان ذلك اثر سعيه
كما قال صلى الله عليه وسلم ان اطيب
ما اكله من كسبه وان ولده من كسبه.
وهذا جواب متوسط يحتاج الى تمام
فان العبد بايمانه وطاعته لله ورسوله
قد سعى في انتفاعه بعمل اخوانه المؤمنين
مع عمله كما ينتفع بعملهم في الحيوة
مع عمله فان المؤمنين ينتفع بعضهم
بعمل بعض في الاعمال التي يشتركون فيها
كالصلوة في جماعة ثم قال فدخول المسلم مع

شامل کر دئیگئے اور یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ
سے منقول ہے۔ ایک جماعت کی رائے ہے کہ اس سے مراد
زندہ انسان ہے، مُردہ انسان مراد نہیں شیخ موصوف
فرماتے ہیں کہ یہ تمام تاویلیں آیت کے عام لفظ کو بُری طرح
بگاڑتی ہیں اسلئے ہم انکو پسند نہیں کرتے۔ پھر ایک اور
جماعت کا قول نقل کر کے فرماتے ہیں کہ یہ جواب ابوالوفا
بن عقیل کی طرف سے دیا گیا ہے چنانچہ اس نے کہا ہے کہ
بہتر جواب میرے نزدیک یہ ہے کہ انسان اپنی کوشش سے
اور اپنی قوم کے نیک سلوک سے دوست پیدا کر لیتا ہے
بچے پیدا کرتا ہے بیوی سے نکاح کرتا ہے۔ غیر سے بھلائی
کرتا ہے۔ اور لوگوں سے دوستانہ گانٹھتا ہے تو لوگ
اسپر رحم کرتے ہیں اور عبادات کا تحفہ دیتے ہیں تو یہ
سب اسی کی کوشش کا نتیجہ ہوگا۔ کیونکہ حضور علیہ السلام
نے فرمایا ہے کہ انسان کی بہتر خوراک وہ ہے جو اپنی کمائی
سے کھائے۔ اس کی اولاد بھی اسی کی کمائی ہے مگر یہ
جواب نامکمل ہے اس لئے اسکے تکمیل کی ضرورت ابھی
باقی ہے۔ کیونکہ انسان اپنے ایمان اور خدا و رسول
کی اطاعت سے اپنے عمل کے علاوہ اپنے مسلم بھائیوں
کے عمل سے بھی فائدہ اٹھانے میں کوشش کرتا ہے جیسا کہ
زندگی میں اپنے عمل کے ہوتے ہوئے انکے عمل سے فائدہ
اٹھاتا ہے کیونکہ مسلمان ایک دوسرے کے ایسے عمل سے
فائدہ اٹھایا کرتے ہیں جس میں ملکر شریک کار ہوں جیسے باجماعت
نماز ادا کرنا وغیرہ۔ پھر شیخ موصوف فرماتے ہیں کہ مومن کا
مسلمانوں کی جماعت میں داخل ہونا اور ان سے برادری

(١) ابوالوفاء علي بن عقيل الحنبلي توفي سنة ٥١٣ هـ. [١١١٩ م.] في بغداد

جملة المسلمین فی عقد الاسلام من اعظم
الاسباب فی وصول نفع کل من المسلمین
الی صاحبه فی الحیوته و بعد
مماته ثم قال فالعبد بایمانه
قد تسبب الی وصول هذا الدعاء
الیه فکانه من سعیه یوضحه
ان الله سبحانه جعل الاعادة
سببا لانتفاع صاحبه بدعاء
اخوانه من المومنین وسعیهم
فاذا اتی به فقد سعی فی السبب
الذی یوصل الیه ذلک وقد
دل علی ذلک قول النبی
صلی الله علیه وسلم لعمرو
بن العاص[1] ان اباک لو اقر
بالتوحید نفعه ذلک
یعنی العتق الذی فعل عنه
بعد موته فلو اتی بالسبب
لکان قد سعی فی عمل یوصل
الیه ثواب العتق وهذه
طریقة لطیفة حسنة جدا
انتهی ماذکره الشیخ ابن القیم
الجوزیه رح فی کتاب الروح
فی المسئلة السادسة عشر
بالاختصار قال العبد الضعیف

کا معاہدہ قائم کرنا ہی ایک بڑا سبب ہے اس امر کا
کہ ہر ایک مسلم کو اپنے بھائی کی طرف سے فائدہ پہنچے
زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی۔ پھر شیخ فرماتے
ہیں کہ انسان اپنے ایمان کی وجہ سے اپنے حق میں
دعائے خیر لینے کا باعث ہوتا ہے تو گویا یہ دعا بھی
اسی کی کوشش ہے۔ اس کی وضاحت اس سے
ہوتی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالے نے عبادت کو اس
امر کا سبب بنایا ہے کہ وہ عابد اپنے مسلم بھائیوں
کی دعا اور سعی سے فائدہ اٹھائے تو انسان جب
عبادت کرتا ہے تو وہ گویا اس سبب کے پیدا کرنے میں
کوشش کرتا ہے جس کے طفیل سے وہ فائدہ اسے
پہنچایا جاتا ہے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا
فرمان بھی دلالت کرتا ہے جو آپ نے عمرو بن عاص
کو فرمایا تھا جبکہ اسکا باپ بحالت کفر مرگیا اور
اس نے اسکی طرف سے ایک غلام آزاد کیا کہ اگر وہ
توحید کا قائل ہوجاتا تو یہ غلام آزاد کرنا اسے مفید
پڑتا جو اس کی موت کے بعد اسکی طرف سے آزاد کیا
گیا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اگر وہ سبب پیدا کرتا تو گویا
یوں سمجھا جاتا کہ وہ ایسا کام کرتا تھا جو اسکو غلام
آزاد کرنے کا ثواب پہنچا دیتا۔ یہ طریق جواب بہت
لطیف اور خوب ہے۔ اب وہ تمام مضمون مختصر طور
پر یہاں ختم ہوگیا ہے جو شیخ ابن قیم جوزی نے
اپنی تصنیف کتاب الروح کے سولھویں مسئلہ میں
درج کیا ہے۔ عبد ضعیف (مولف رسالہ ہذا)

(۱) عمرو بن العاص توفی سنة ٤٣ هـ. [٦٦٣ م.] فی مصر

مسئلة بشرية سيدنا محمد عليه السلام

ان قلت لاحد ليس لك من الدنيا الا ما تملكه وجاء احدٌ واعطاه مالا كثيرًا فلا يعارض ما حصل له قولك ليس لك من الدنيا الا ما تملكه انتهى. و من تلك المسائل مسئلة البشرية لسيدنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال قوم من اطلق البشرية على النبي صلى الله عليه وسلم فقد كفر لان فى هذا الاطلاق توهين للرسول والكفار كانوا يقولون انما انت بشر وقال قوم هو بشر مثلنا لان الله تعالى امره بقوله قل انما انا بشر مثلكم ومنزلته عندنا بمنزلة الاخ الاكبر وليت شعرى باى وجه سموه الاخ الاكبر ان كان مرادهم بالاكبرية المتقدم فى الزمان فقط فابو اللهب[1] احق باخوته لاتفاقهم معه فى تحقير النبى صلى الله عليه وسلم وان كانت الاكبرية بالرتبة والتقرب الى الله تعالى فاى مناسبة لهم به صلى الله عليه وسلم وان كان مرادهم اخوة الاسلام فما معنى الاكبر فانما المؤمنون اخوة ووقع الطائفتان

کہتا ہے کہ اگر تم کسی سے یوں کہدو کہ تیرے پاس تو صرف دنیاوی مال وہی ہے جس کے تم اب مالک ہو۔ مگر کسی نے اگر اسکے بعد اسے بہت مال دیدیا تو اس واقعہ سے تمہارا وہ پہلا کہنا غلط نہ ہوگا کہ تم صرف اتنے مال کے ہی مالک ہو۔ جو اب تمہارے پاس ہے (انتہیٰ) متنازع فیہ مسائل میں سے ایک مسئلہ بشریت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ہے ایک جماعت کا قول ہے کہ جو شخص آپ پر بشر کا لفظ استعمال کرتا ہے وہ کافر ہو جاتا ہے کیونکہ اسمیں حضور علیہ السلام کی توہین ہوتی ہے کیونکہ کافر ہتک کرتے ہوئے یہ لفظ کہا کرتے تھے کہ تم آخر بشر ہی ہو۔ ایک فریق کا قول ہے کہ آپ ہمارے جیسے ہی بشر تھے کیونکہ آپکو خدا نے حکم دیا ہے کہ آپ کہدیں کہ میں تو تمہارے جیسا ہی انسان ہوں اور ہمارے نزدیک آپ کا مرتبہ بڑے بھائی کے برابر ہے مجھے معلوم نہیں ہوسکا کہ کس وجہ سے ان لوگوں نے رسول کو بڑا بھائی بنایا ہے کیونکہ اگر اس بڑائی سے مراد پہلے زمانہ میں ہونا مراد ہے تو ابولہب کو زیادہ مستحق ہے کہ انکا بھائی بن جائے کیونکہ وہ نبی علیہ السلام کی توہین پہلے زمانہ میں ان سے متفق ہوگیا ہے اور اگر بڑائی سے مراد مرتبہ کی بڑائی ہے یا قرب الٰہی کی بڑائی مراد ہے تو ان کو حضور علیہ السلام سے کوئی بھی تناسب حاصل نہیں ہے اور اگر ان کی مراد اسلامی برادری ہے تو پھر بڑا بھائی کہنے سے کچھ فائدہ نہیں کیونکہ تمام مؤمنین چھوٹے بڑے یکساں بھائی ہیں۔ بہرحال دونو فریق افراط و تفریط میں پڑے ہوئے ہیں۔ حق بات یہ ہے کہ

(۱) ابو اللهب الخبيث عم النبى ﷺ وعدوه مات بعد غزوة بدر ثمانية ايام زوجته ام جميلة كانت

في الافراط والتفريط والحق ان في المسئلة
تفصيل فالبشر اسم لاولاد آدم عليه السلام
بمعنى الانسان وسماه الله تعالى بشراً فقال
تعالى اني خالق بشراً من طين والنبي صلى الله
عليه وسلم سيد اولاد آدم فاذا كان الاب
بشراً لابد ان يكون الولد بشراً لكن البشر له
صفات وخصوصيات ان ارتقى الى
درجات القرب كان افضل من الملئكة
وان نزل الى دركات البعد كان ارذل
من الشياطين فالانبياء عليهم الصلوة
والسلام عموماً وسيدنا رسول الله صلى
الله عليه وسلم بالخصوص ارتقى بفضل الله و
رحمته الى اقصى درجات القرب والتمكين
حتى كان في مقام قاب قوسين او ادنى
لان فضل الله كان عليه عظيما ومع ذلك
القرب هو بشر وانسان بقي الكلام في المثلية
الواردة في القرآن فالمثلية ثابتة لاشتراك
الناس معه في ماهية البشرية والانسانية
لا في خصوصياتها وصفاتها ويكفي في
المثلية الاشتراك في الصفة الواحدة و
لا يلزم الاشتراك في جميع الصفات فانك
اذا قلت زيد مثل الاسد فمقصودك
اشتراك الزيد مع الاسد في صفة الشجاعة
فقط لا في جميع صفات الاسد لانه سبع والزيد

اس مسئلہ کی تشریح یوں کی جائے کہ بشر اولاد آدم علیہ السلام
کا نام ہے جس کے معنے انسان ہے۔ خدا نے آدم کو بھی بشر کہا
ہے۔ چنانچہ خدا نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں مٹی سے ایک بشر
پیدا کروں گا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی آدم علیہ السلام
کی ہی اولاد ہیں اور جب باپ بشر ہے تو بیٹا بھی ضرور بشر ہی
ہوگا مگر اس کے علاوہ بشر کے اور اوصاف اور خاصیتیں بھی
ہیں جن کی وجہ سے وہ قرب الہی تک پہنچتا ہے اگر وہ یہاں
پہنچ گیا تو فرشتوں سے بھی افضل ہوگا اور اگر بارگاہ الہی سے
دوری کے گڑھوں میں گر گیا تو شیطان سے بھی زیادہ رذیل
ہوگا تو انبیاء علیہم السلام عموماً اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم خصوصاً خدا کے فضل وکرم سے قرب الہی کے اعلیٰ درجات
پر پہنچ چکے ہوئے ہیں۔ یہانتک کہ آپ تو قاب قوسین او ادنی
کے مقام تک پہنچے ہوئے ہیں۔ کیونکہ خدا کا فضل آپ پر بیحد تھا
باوجود اس قرب الہی کے پھر بھی آپ بشر اور انسان ہی
ہیں۔ اب یہ بحث باقی ہے کہ قرآن شریف میں جو مثلکم آتا ہے
اس سے کیا مراد ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انسانی حقیقت
میں اشتراک کی وجہ سے آپ کو دوسروں سے مساوات حاصل
ہے مگر بشر کی خصوصیات اور اعلیٰ صفات میں ان سے الگ
ہیں اور مساوات فی البشریۃ کے لئے صرف ایک وصف بھی
کافی ہے اور یہ ضروری نہیں کہ آپ باقی صفات کاملہ میں بھی
دوسروں کے مساوی ہوں یا وہ آپکے مساوی ہوں جیسا کہ
تم یوں کہتے ہو کہ زید شیر ہے تو تمہارا مقصود صرف یہ ہوتا ہے
کہ زید شیر کے ساتھ شجاعت میں مساوی اور شریک ہے۔ باقی
صفات شیر میں شریک نہیں کیونکہ شیر وحشی جانور ہے اور زید

انسان ولنعم ما قیل فی المثل السائر محمد صلی اللہ علیہ وسلم بشر لا کالبشر بل ھو کالیاقوت بین الحجر وما ادری لای سبب ینفون البشریۃ عنہ صلی اللہ علیہ وسلم فان البشریۃ ھی سبب لتصدیق رسالتہ ومعجزاتہ وخوارق عاداتہ فان المعجزات وخوارق العادات تصیر سببا لتصدیق دعوی الرسالۃ اذا صدرت من البشر واما ان صدرت من الملک او من الجن والشیاطین فای غرابۃ فیہ فان خوارق العادات من الملئکۃ والشیاطین امر عادیٌ بل مفھوم المعجزۃ وخرق العادۃ یتصور بالنسبۃ الی الانسان بان غیر الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام یعجزون عن الاتیان بمثلہ فلذا سمیت المعجزۃ خرق العادۃ ای خرق عادۃ بنی ادم لا خرق عادۃ الملئکۃ والشیاطین قالوا انہ صلی اللہ علیہ وسلم نور لان اللہ سبحانہ وتعالی قال یا ایھا الناس قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین قلنا آمنا وسلمنا انہ نور لکن النورانیۃ تصیر سببا للمدح اذا صار البشر نورا بارتقائہ من کثافۃ البشریۃ الی معارج النور الاصلی اما غیر البشر

انسان ہے۔ ایک مشہور ضرب المثل میں خوب کہا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بشر تو ہیں مگر عام بشر کی مانند نہیں بلکہ آپ یاقوت کی طرح ہیں کہ وہ بھی پتھر تو ہوتا ہے مگر اُسے یاقوت کہتے ہیں پتھر نہیں کہتے۔ مجھے معلوم نہیں کہ یہ لوگ حضور علیہ السلام سے بشریت کی نفی کیوں کرتے ہیں حالانکہ بشریت ہی آپکی رسالت کی تصدیق اور آپکے معجزات اور خرق عادات کی تصدیق کا سبب ہے۔ کیونکہ انسان سے جب معجزات صادر ہوں یا خرق عادات تو یہی تصدیقِ رسالت کا سبب بنا کرتے ہیں۔ ورنہ اگر یہ سب کچھ فرشتوں سے صادر ہوں یا جن اور شیطان سے پیدا ہو تو کچھ تعجب نہ ہوگا کیونکہ خرق عادات فرشتوں اور شیاطین سے ایک مسلمہ اور عادی امر ہے بلکہ معجزہ اور خرق عادت کی حقیقت ہی انسان سے تعلق قائم کرنے کے ساتھ پیدا ہوا کرتی ہے کہ دوسرے انسان انبیاء علیہم السلام کے بغیر ایسا کرنے سے عاجز ہوا کرتے ہیں اسی بنا پر معجزہ کو خرق عادت کا نام دیا گیا ہے یعنی معجزہ بنی آدم کی روزمرہ عادت کے خلاف ہوتا ہے۔ ورنہ یہ مطلب نہیں کہ وہ معجزہ فرشتوں یا شیاطین کی طاقت سے بھی باہر ہوتا ہے صوفی یہ بھی کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نور ہیں کیونکہ خدا نے فرمایا ہے کہ اے لوگو! تمہارے پاس اللہ کا نور آیا ہے اور روشن کتاب (قرآن مجید) لایا ہے۔ اسلئے آپکو بشر کہنا صحیح نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ ہمیں بھی تسلیم ہے اور ہمارا بھی ایمان ہے کہ آپ نور ہیں مگر نورانیت انسان اور بشر ہی کے لئے تعریف کا سبب بنتی ہے جبکہ وہ کثافت بشری سے نکل کر اصلی نورانیت کے بلند مراتب پر ترقی کر جائے اور جب

ان اتصف بالنور فالنورانية
فيه طبيعية لا كسبية قال الله تعالى
والقمر نورا فالقمر ما ارتقى من كثافة
المادية الى النورانية بكسبه بل
خلقه الله تعالى نورا فيكون نورانيته
طبيعية وليس فيه غرابة ومدح معتد
به قال الله تعالى يهدي الله لنوره
من يشاء فالبشرية الصافية عن
الكدورات النفسانية مدح واي
مدح وكمال اي كمال والعجب من القوم
كيف زعموا الكمال نقصا والمدح ذما
انتهى. ومن تلك المسائل مسئلة التعظيم
لغير الله تعالى قال قوم التعظيم لغير الله
شرك او كفر او بدعة على اختلاف آرائهم
قال المؤلف وفقه ربه لما يحب ويرضى
اني الفت كتابا قبل هذا باعوام وسميته
بالاصول الاربعة في ترديد الوهابية[1] وبوبا
وفتحت فيه بابا عنوانه الباب
الاول في جواز التعظيم لغير الله تعالى
وشاع الكتاب بعد الطبع ووصل
الى من يدعي العلم من جماعتهم فقال
غير الله يدخل فيه الاصنام والاوثان
وتعظيم الاصنام شرك.
اقول عجيب له انما قلت

مسئلة التعظيم لغير الله

انسان کے بغیر اگر کوئی (مثلاً فرشتہ) نورانیت سے
موصوف ہو جائے تو اس کی یہ تعریف شمار نہ ہوگی کیونکہ
نورانیت اس میں فطرتی ہوتی ہے۔ بعد میں حاصل نہیں ہوتی
چنانچہ خدا فرماتا ہے کہ ہم نے چاند کو نور بنایا، تو چاند نے کثیف
مادہ سے نورانیت کی طرف ترقی نہیں کی بلکہ خدا نے اسے
نور ہی پیدا کیا ہے تو اس کی نورانیت فطرتی ہوگی جس میں
نہ کوئی تعریف نکلتی ہے اور نہ قابل قدر روح پیدا ہوتی ہے
خدا نے فرمایا ہے کہ خدا جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت
کرتا ہے پس ایسی بشریت جو نفسانی کدورتوں سے صاف
ہو ایک بڑی تعریف اور مدح ہے اور بہت بڑا کمال ہے۔
مجھے اپنے لوگوں پر تعجب آتا ہے کہ وہ کیسے کمال کو نقص بناتے
ہیں اور کس طرح مدح کو مذمت سمجھ رہے ہیں (انتہی) مختلف
فیہ مسائل میں سے غیر اللہ کی تعظیم بھی ہے چند لوگوں کا خیال ہے
کہ غیر اللہ کی تعظیم شرک ہے یا کفر ہے یا بدعت ہے۔ اس میں
ان کی رائیں مختلف ہیں مؤلف رسالہ ہذا کہتا ہے (خدا اسے
اس امر کی توفیق دے جسے وہ پسند کرتا ہے) کہ میں اس رسالہ سے
پہلے کئی سال ایک کتاب تصنیف کر چکا ہوں جس کا نام
ہے "الاصول الاربعہ فی تردید الوہابیہ" جس میں کئی باب ہیں
اور ایک خاص باب اس عنوان سے لکھا ہے کہ باب اول غیر اللہ
کی تعظیم میں، اور وہ کتاب چھپ کر شائع بھی ہو چکی ہے اور
جماعت مخالفین کے اہل علم کے پاس پہنچ بھی چکی ہے کہ
تاہم مخالف کہتا ہے کہ غیر اللہ میں بت اور مورتیاں بھی
داخل ہیں اسلئے تم انکی بھی تعظیم کیا کرو۔ حالانکہ یہ صحیح ہے کہ بتوں
کی تعظیم شرک ہے اور جواب میں میں کہتا ہوں کہ میں یہ نہیں کہتا

(١) طبع في استنبول سنة ١٤١٢ هـ. [١٩٩١ م.] مرة ثانية

جميع غير الله حق يدخل فيه الاصنام
اما قال تعالى ان الانسان ليطغى
ان راه استغنى الا تدخل الانبياء عليهم
السلام في نوع الانسان وكيف يحكم
عليهم بالطغيان اما قال تعالى يا
بني ادم خذوا زينتكم عند كل مسجد
الا تدخل الكفار في بني ادم وكيف يكون
زينتهم عند كل مسجد وامثال ذلك
كثير في القران كما في قوله تعالى قتل
الانسان ما اكفره وغيره ذلك فان
دخل الاصنام في عموم غير الله يدخل
الانبياء المعصومون في الطغيان الكفار
في المساجد بزعمهم فما كان جوابهم
كان جوابنا نعم بعض غير الله الذي
امر الله بتعظيمه يجب تعظيمه اما
قال الله تعالى ومن يعظم شعائر الله
فانها من تقوى القلوب والصفا و
المروة من شعائر الله قال الله
تعالى ان الصفا والمروة من
شعائر الله وهما جبلان بقرب
الحرم المكي وقال تعالى والبدن
جعلناها لكم من شعائر
الله والمزدلفة والمنى
من شعائر الله قال الله

کہ جمیع غیر اللہ قابل تعظیم ہیں تاکہ اسمیں بت بھی شامل
ہوں کیا خدا تعالیٰ نے یوں نہیں کہا کہ انسان سرکشی
کرتا ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ خود مالدار ہے تو کیا انبیا
علیہم السلام نوع انسانی میں داخل نہیں ہیں؟ اگر
ہیں تو انپر سرکشی کا حکم کیسے صحیح ہوگا خدا نے یہ
بھی کہا ہے کہ اے بنی آدم ہر مسجد اور نماز کے وقت
اپنی زینت حاصل کرو تو کیا کفار بنی آدم میں داخل
نہیں ہیں؟ اگر ہیں تو ہر ایک نماز میں انکی زینت کیسے
ہوگی غرضیکہ اس قسم کی مثالیں قرآن میں بہت ہیں
چنانچہ یہ ایک اور مثال ہے کہ خدا نے کہا ہے کہ انسان
بڑا کافر ہے جس سے مراد تمام انسان نہیں۔ اس کے
سوا اور بھی کئی ایک مثالیں ہیں پس اگر غیر اللہ کے عام
لفظ میں بت داخل ہیں تو انبیائے معصوم بھی طغیان
میں داخل کیئے جائینگے اور کفار بھی انکے خیال میں داخل
صلوٰۃ ہوں گے تو جو جواب تم دوگے وہی جواب ہم دینگے
مگر ہاں بعض غیر اللہ وہ بھی ہیں جن کی تعظیم کا حکم خود خدا
نے دیا ہے اسلیئے انکی تعظیم واجب ہوگی۔ کیا خدا نے
یوں نہیں کہا کہ جو خداوندی یادگاروں کی تعظیم کرتا ہے تو
تعظیم انکے دل کے تقویٰ کی علامت ہے۔ کوہ صفا و
کوہ مروہ بھی اللہ کی یادگار ہیں۔ چنانچہ صاف لفظوں میں
خدا نے کہا ہے کہ بیشک صفا و مروہ اللہ کے شعائر میں سے
جو کہ حرم مکہ کے قریب دو چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہیں
یہ بھی کہا ہے کہ بڑے جانور (اونٹ اور گائے) خدا نے
تمہارے لیے اپنی یادگار بنائے ہیں۔ مزدلفہ اور منی بھی شعائر اللہ

تعالیٰ فاذکروا اللہ عند المشعر
الحرام واما کان النبی صلی اللہ
علیہ وسلم یستلم الحجر الاسود
الیس فی الاستلام معنی التعظیم و
امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بتعظیم
الوالدین قال اللہ تعالیٰ فی حقہما ولا
تقل لہما اف ولا تنہرہما وقل لہما
قولا کریما وقال ان اشکرلی و
لوالدیک الیس فی الآیتین الامر
بتعظیم الوالدین قال اللہ تعالیٰ لا
یمسہ الا المطہرون الیس فیہ تعظیم القرآن
قال اللہ تعالیٰ وللہ العزۃ ولرسولہ و
للمؤمنین الیس فی الآیۃ التعظیم للرسول
وللمؤمنین قال اللہ تعالیٰ لا ترفعوا
اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجہروا لہ
بالقول کجہر بعضکم لبعض ان تحبط
اعمالکم وانتم لا تشعرون الیس
فی الآیۃ التعظیم لرسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم الی
غیر ذلک من الآیات والاحادیث
فی ہذا الباب فان سلمتم
وجوب التعظیم لہؤلاء
المذکورین فما معنی قولکم
التعظیم لغیر اللہ حرام

ہیں۔ چنانچہ خدا نے کہا ہے کہ مشعر حرام (مزدلفہ ومنیٰ)
میں اللہ کا ذکر کرو۔ ارے یہ تو بتاؤ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم حجر اسود کو کیا نہیں بوسہ دیا کرتے تھے، تو کیا
بوسہ دینے میں تعظیم نہیں ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے تو خود والدین کی تعظیم کا حکم دیا ہے اور خدا تعالیٰ
نے بھی کہا ہے کہ اے انسان تو اپنے ماں باپ کو ان
کے جواب میں یہ بھی نہ کہو کہ (اُف) میں تمہارے کہنے
سے بیزار ہوں بلکہ ان پر آواز نہ کسنا اور ان سے بات
کہنی ہو تو انسانیت سے کہنا پھر کہا کہ اے انسان میرا
شکر کر اور اپنے ماں باپ کا بھی شکریہ ادا کر۔ اب بتاؤ کہ
کیا ان دونوں آیتوں میں والدین کی تعظیم کا حکم نہیں؟ یہ
بھی کہا ہے کہ قرآن مجید کو پاک ہی ہاتھ لگائیں تو کیا اس
میں قرآن کی تعظیم نہیں؟ پھر کہا کہ اللہ اور رسول اور
مومنین کے لئے عزت ہے تو کیا اس آیت میں رسول اور
مومنین کی تعظیم نہیں بتائی گئی؟ پھر خدا تعالیٰ نے کہا
کہ نبیؐ کی آواز سے اپنی آوازیں بلند نہ کرو، اور کوئی بات نبیؐ
سے کہنی ہو تو گستاخی سے اونچی آواز کے ساتھ مت کہو جیسے کہ
تم ایک دوسرے کو کہہ لیتے ہو۔ ورنہ تمہارے نیک عمل
سب ضبط ہو جائیں گے اور تمہیں پتہ بھی نہ لگے گا۔ تو
کیا اس آیت میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم
مذکور نہیں؟ اس قسم کی اور بھی بہت آیات ہیں اور
احادیث بھی اس مضمون کے متعلق بہت ہیں پس اگر
تم مذکورہ الصدر مخلوق کی تعظیم کا وجوب تسلیم کرتے ہو تو
تمہارے اس قول کا کوئی مطلب نہ ہو گا کہ غیر اللہ کی تعظیم

وان انكرتم فما معنى الايات
المذكورة وما معنى قوله تعالى و
تعزروه وتوقروه وان اصررتم على
ضلالتكم فنقول كما قال الله تعالى
أرأيت من اتخذ الهه هواه و
اضله الله على علم وختم على سمعه و
قلبه وجعل على بصره غشاوة فمن
يهديه من بعد الله فاذا كانت الاماكن
والجبال والدواب واجب التعظيم
بحكم القرآن فلا شك ان اولياء
الله تعالى احياء او امواتا من
عباد الله المؤمنين الصالحين كلهم
واجب التعظيم وقد مر ما قال
الله تعالى ولله العزة ولرسوله
وللمؤمنين اليس الاولياء و
الصلحاء داخلين فى زمرة المؤمنين
ومن الذى قال لئن رجعنا الى
المدينة ليخرجن الاعز منها الاذل
ارادوا تحقير من عظمه الله تعالى
فرد الله عليهم بقوله ولله العزة
ولرسوله وللمؤمنين
وتحقير من عظمه الله تعالى
ديدان اى فريق
من المسلمين آما سمعوا

حرام ہوتی ہے۔ بالفرض اگر تم اسے تسلیم نہیں کرتے تو آپ
ہمیں آیات مذکورہ بالا کا مطلب سمجھا دیں کہ کیا ہے؟ اور
اس آیت کا مطلب بھی بتادیں کہ کیا ہے۔ وہ آیت یہ
ہے کہ تم اپنے نبی کی عزت و توقیر کیا کرو اور اگر تم اپنی
گمراہی پر ہی اڑے رہے تو ہم تمہارے متعلق یہ آیت
پڑھ دینگے کہ کیا تم ایسے لوگ نہیں دیکھتے ہو جو نفس
پرستی کرتے ہیں؟ اور خدا نے دیدہ دانستہ ان کو گمراہ کردیا
ہے اور ان کے کان اور قلب پر مہر کردی ہے اور آنکھ پر
پردہ ڈال دیا ہے تو اب خدا کے بعد ان کو کون ہدایت
دے سکتا ہے؟ پس جب مقامات مقدسہ اور پہاڑ اور
جانور بھی قرآنی حکم سے واجب التعظیم ٹھیرے ......
تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اولیاء زندہ ہوں یا مردہ
وہ سارے خدا کے نیک ایماندار بندے ہیں اور وہ
واجب التعظیم ہیں چنانچہ میں پہلے یہ آیت لکھ چکا ہوں
کہ عزت اللہ کی ہے اور اس کے رسول کی اور رسول کے
ماننے والوں کی۔ تو کیا اولیاء اللہ اور صلحاء اور مومنین
کی جماعت میں داخل نہیں؟ بھلا یہ بتاؤ کس نے کہا
تھا کہ اگر ہم مدینہ میں واپس آئینگے تو صاحب عزت ذلیل
کو وہاں سے نکال دیگا؟ میں بتاؤں، یہ منافقوں نے
کہا تھا اور وہ اس سے رسول علیہ السلام کی توہین چاہتے
تھے جس کو خدا نے واجب التعظیم قرار دیا تھا۔ اسلئے خدا
نے انکی تردید میں کہا کہ عزت تو اللہ اور رسول کی ہے اور
مومنین بھی ذی عزت ہیں۔ اب دیکھیں کون نکلتا ہے؟
سچ بتاؤ جس کو خدا واجب التعظیم ٹھیرائے اس کی توہین کرنا

قوله صلى الله عليه وسلم للانصار
حين جاء سعد بن معاذ رضی
الله عنه قوموا لسيدكم فأمر
بالقيام تعظيما له فان قيل الأمر
بالقيام كان لنزوله عن الدابة
لانه كان مريضا قلنا سوق الكلام
يشهد بخلاف ذلك لانه انكان
المراد بالامر نزوله عن الدابة
فالمناسب ان يقول قم يا فلان
وانزل سعدا او قم يا فلان ويا
فلان وانزلا سعدا لكن الامر
بلفظ الجمع ولفظ السيد في
حقه رضی الله عنه ينادي باعلى
الصوت ان المراد بأمر قوموا لسيدكم
التعظيم والتوقير اما علموا ان
الصحابة رضی الله عنهم كانوا خاشعين
في مجلسه الشريف كان على رؤسهم
الطير والله يهدي من يشاء الى صراط
مستقيم - ومن تلك المسائل مسئلة

المسئلة سماع الموتى

سماع الموتى قالوا الموتى لا يسمعون
مستدلين بقوله تعالى انك
لا تسمع الموتى وقوله تعالى
وما انت بمسمع من في القبور
قلنا المراد بالموتى ومن في القبور

کس مسلمان کا کام ہے. کیا تم مخالفین نے رسول علیہ السلام
کا یہ حکم بھی نہیں سنا کہ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ
لڑائی سے واپس آئے تھے تو آپ نے انصار سے کہا تھا کہ اپنے
سردار کا کھڑے ہو کر استقبال کرو تو یہ قیام تعظیمی تھا. اگر یہ
سوال کیا جائے کہ یہ حکم اس لئے تھا کہ آپ بیمار تھے تاکہ گھوڑے
سے آپکو بآرام اتاریں. ورنہ تعظیم کے لئے یہ حکم نہ تھا. تو
ہم کہیں گے کہ اس واقعہ کے متعلق سلسلۂ کلام اس کے
خلاف ہے. کیونکہ اگر گھوڑے پر سے اتارنا مراد ہوتا تو یوں
کہنا مناسب تھا کہ ارے فلاں آدمی اٹھو اور ان کو
گھوڑے سے اتارو. یا یوں حکم ہوتا کہ ارے فلاں و فلاں
تم دونو اٹھو اور سعد کو گھوڑے سے اتارو. مگر یہاں تو
جماعت کو مخاطب کیا ہے اور سعدؓ کو سید کہا ہے اور
یہ سید کا لفظ سعد رضی اللہ عنہ کے حق میں بآواز بلند پکارتا
ہے کہ آپ نے جو فرمایا تھا کہ اپنے سردار کے لئے کھڑے
ہو جاؤ. اس سے مراد حضرت سعدؓ کی تعظیم و توقیر تھی
پھر کیا مخالفین کو یہ معلوم نہیں کہ حضور علیہ السلام کے دربار
میں صحابہ رضی اللہ عنہم ایسے متواضع ہو کر بیٹھتے تھے کہ
گویا ان کے سر پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں. اب خدا
جسے چاہے راہ راست کی ہدایت کرے. مختلف فیہ
مسائل میں سے سماع موتیٰ کا مسئلہ بھی ہے. مخالف کہتے
ہیں کہ مردے نہیں سنتے اور ثبوت یہ دیتے ہیں کہ خدا نے
حضور علیہ السلام سے کہا ہے کہ آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے
اور یہ بھی کہا ہے کہ آپ ان مردوں کو نہیں سنا سکتے
جو قبروں میں پڑے ہیں. اور ہم جواب میں یوں کہتے ہیں

الكفار والمراد من السماع
سماع قبول والدليل على ان المراد
من السماع سماع قبول ان الكفار
ما كان في اذانهم صمم حتى لا يسمعوا
كلامه صلى الله عليه وسلم فانهم وان
كانوا يسمعون في الظاهر لكنهم كانوا
محرومين من سمع القبول ومن هذا
الباب قول المصلي سمع الله لمن حمده
فان المراد من السماع سماع قبول كما
يقال ناديت الامير بحاجتي فما سمعه
يعني ما سمعه بسمع القبول فليس في
الآيتين دليل على عدم سماع الموتى
بل فيهما دليل على سماع الموتى لان
المشبه وهم الكفار يسمعون فكيف
يشبه بمن لا يسمعون فكما ان الكفار
يسمعون في الظاهر كذلك الموتى يسمعون
في الظاهر واما سماع القبول فالكفار
محرومون عنه للانكار القلبي والموتى
محرومون عنه لعدم قدرتهم على الجواب
فكانهم ما سمعوا ومعنى الآيتين
انك لا تسمع الموتى ولا تسمع من
في القبور انك لا تسمعهم بل الله تعالى
يسمعهم على حد قوله تعالى انك لا تهدي
من احببت ولكن الله يهدي من يشاء

کہ مُردوں اور قبر والوں سے مراد یہاں کفار ہیں اور
سُننے سے مراد تصدیقی سننا ہے اور اس امر کا ثبوت
کہ یہاں سُننے سے مراد تصدیقی سننا ہے' یہ ہے کہ کفار
کے کانوں میں بہرا پن نہ تھا کہ حضور علیہ السلام کا کلام نہ سُن
سکتے۔ پس وہ اگرچہ بظاہر سنتے تھے لیکن تصدیقی سننے
سے محروم تھے۔ اسی محاورہ کے مطابق ہے نمازی کا یوں
کہنا کہ سمع اللہ لمن حمدہ خدا اس کی بات مان لیتا ہے
جو اسکی تعریف کرتا ہے۔ یہاں بھی تصدیقی سُننا مراد ہے
اسی طرح یہ محاورہ بھی ہے کہ میں نے امیر کو اپنی حاجت
روائی کے لئے پکارا، مگر اس نے ایک نہ سُنی، یعنی میری
پکار کو منظور نہیں کیا۔ پس دونوں آیتوں میں مُردوں کے
نہ سننے کا ثبوت نہیں ملتا بلکہ ان میں سماع موتٰی کا
ثبوت ملتا ہے۔ کیونکہ یہاں کفار کو مُردوں سے مساوی
مانا گیا ہے۔ حالانکہ یہ سنتے تھے اور وہ نہیں سنتے تھے
تو یہ مساوات کیسے ہوگی؟ تشبیہ تب ہی صحیح ہوگی
کہ دونو بظاہر سنتے تسلیم کئے جائیں سو حقیقت یہ ہے
کہ جس طرح کفار بظاہر سنتے ہیں تو مُردے بھی بظاہر سنتے
ہیں مگر تصدیقی سُننا دونوں میں نہیں کیونکہ کفار انکار
قلبی کی وجہ سے اس سے محروم ہیں اور مُردے اس سے
اس لئے محروم ہیں کہ وہ جواب نہیں دے سکتے تو گویا
وہ بھی نہیں سنتے۔ اب دونو آیت کا مفہوم یُوں ہے
کہ آپ تو ان کو نہیں سنا سکتے۔ مگر خدا ان کو سنا دیگا
جیسا کہ ارشاد ہے کہ آپ تو اسے ہدایت نہیں دے
سکتے جسے آپ پسند کریں لیکن خدا جسے چاہے ہدایت

وقد نص فی القرآن ان اللہ یسمع من
یشاء وما انت بمسمع من فی القبور
رجعنا الی الکلام فی اصل السماع
فنقول ان السماع والنظر والکلام
والبطش والمشی وجمیع الافعال
الارادیة وظیفة الروح بمعاونة
الحواس والجوارح مادام فی حالة الحیوٰة
وبدون معاونة الحواس والجوارح بعد
الممات ومصداق ذالک حالة النوم
فان النوم یعطل فیہ الحواس الظاہرة
والباطنة والجوارح من العمل والروح
یسری ویسمع وینظر ویتکلم ویبطش
ویلتذ بالمستلذات ویألم بالمؤلمات
فارواح الاحیاء مع حبسہا فی البدن
تفعل جمیع ما ذکر فی النوم فارواح
الاموات المطلقات من حبس البدن
کیف لا تقدر علی ما تقدر
علیہ فی حالة حبس البدن
فلذا قیل النوم اخ الموت نعم
ارواح الکفار المحبوسین
فی الدرکات محرومون عن
الادراکات مشغولون بنتائج
سوء اعمالہم وکذا الفساق
ان لم یرحمہم ربہم

دے دیتا ہے اور قرآن مجید میں اس کی تصریح بھی
موجود ہے کہ خدا جسے چاہے سنا دیتا ہے اور آپ اہل
قبور کو نہیں سنا سکتے۔ اب ہم اصل مسئلہ سماع موتے
کی طرف رجوع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سننا، دیکھنا
بولنا، حملہ کرنا، چلنا اور تمام خود اختیاری فعل روح
انسانی کا فرض ہیں کہ جب تک انسان زندہ رہے
اس کی روح حواس اور بیرونی اعضا کی امداد سے وہ
فرائض بہم پہنچائے اور موت کے بعد اس کا فرض ہے
کہ بغیر امداد حواس اور بیرونی اعضا کے یہ سب کام کرے
اس کی مثال نیند ہے کیونکہ نیند کی حالت میں تمام حواس
معطل ہو جاتے ہیں، خواہ ظاہری ہوں یا باطنی اور
بیرونی اعضا بھی کام سے رہ جاتے ہیں مگر روح
حسب دستور چلتی ہے اور سنتی ہے، دیکھتی ہے، بولتی ہے
حملہ کرتی ہے، لذیذ چیزوں سے لذت بھی اٹھاتی ہے
اور موذی اشیاء سے تکلیف بھی پاتی ہے۔ پس ثابت
ہوا کہ زندہ کی روح بحالت نوم اگرچہ جسم میں مقید
ہے سب کچھ کر لیتی ہے تو مردہ کی روح جو جسمانی قید
سے رہا ہو چکی ہے کیسے ان افعال پر قادر نہ ہوگی۔
جن پر کہ بقید جسمانی قادر تھی۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے
کہ نیند موت کے برابر ہے اور ارواح کفار کے جو
دوزخ کے قید خانوں میں قید ہیں وہ ان امور کے دریافت
کرنے سے محروم رہتے ہیں اور اپنی بد عمل کے بد نتائج
میں مبتلا رہتے ہیں اسی طرح گنہگاروں کی روحیں
بھی جب تک کہ خدا ان پر رحم نہیں کرتا۔ اپنے عذاب

مسئلة التوسل بارواح الصلحاء

ومن تلك المسائل مسئلة التوسل
عند الله تعالى بارواح الصلحاء
من عباده احياءً وامواتًا وهذه
المسئلة لها فروع الفرع الاول
بان ينادى ربه ويتوسل
بروح الصالح من عباده المقرب
لبابه نحو قولنا اللهم انى اتوسل
اليك بروح سيدنا رسول الله
صلى الله عليه وسلم او بروح الشيخ
الفلانى وهذا النوع جائز لا غبار
عليه عند كافة الامة المرحومة
الا من اعمى الله قلبه وختم على
سمعه وبصره وقد هدانا الله
تعالى الى هذا بقوله يا ايها الذين
آمنوا اتقوا الله وابتغوا اليه
الوسيلة فلفظه اتقوا الله قبل
الامر بابتغاء الوسيلة تشير الى
الحث واللزوم بابتغاء الوسيلة الى
حضرة قدسه تعالى وتعليم الادب
لعباده بتقديم الوسيلة لان طلب
المسئول من اكابر الوقت
غالبًا لا يكون بدون تقديم
الوسيلة من الهدية او شفاعة
مقرب عنده كذلك طلب

میں مصروف و مبتلا رہتے ہیں۔ متنازع فیہ مسائل
میں سے ایک توسل کا مسئلہ بھی ہے کہ آیا اللہ کے
نیک بندوں کی روحوں کا خواہ وہ زندہ ہوں یا
مُردہ خدا کی بارگاہ میں وسیلہ بنایا جائے؟ اور اس
مسئلہ کی دو صورتیں ہیں اوّل یہ کہ انسان اپنے خدا کو پکارے
اور بارگاہِ الٰہی کے صالح بندوں میں سے کسی ایک
کو اپنا وسیلہ بنائے مثلاً یوں کہے کہ یا اللہ میں تیری
بارگاہ میں حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی
روح مبارک کا وسیلہ لاتا ہوں۔ یا یوں کہے کہ فلاں
شیخ کی روح کا وسیلہ لاتا ہوں۔ یہ صورت بلا شبہ جائز
ہے تمام اُمت محمدیہ کے نزدیک۔ ہاں اسکا وہ مخالف
ہے جس کے دل کو خدا نے اندھا کیا ہُوا ہے اور اس کے
کان اور آنکھ پر مُہر کردی ہے اور ہمیں خدائے تعالےٰ
نے اس آیت سے ہدایت کا راستہ بتا دیا ہے۔ کہ اے لوگو
جو ایمان لائے ہو، خدائے عذاب سے ڈرو اور اس کی
طرف وسیلۂ نجات طلب کرو۔ اس آیت میں وسیلہ
طلب کرنے سے پہلے یہ لفظ ہے کہ اللہ کے عذاب سے
ڈرو۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ خدا کی مقدس بارگاہ
میں وسیلہ طلب کرنے پر شوق دلایا گیا ہے اور اسے
واجب قرار دیا گیا ہے اور عباد اللہ کے وسیلہ پیش کرنے
سے ادب کی تعلیم دی گئی ہے۔ کیونکہ دنیاوی اکابر
سے عموماً اپنی حاجت طلب کرنا یوں ہی ہوتا ہے کہ ہدیہ
یا تحفہ کو وسیلہ بنایا جائے یا کسی مقرب کی سفارش
پیش کی جائے جس کی عزت اُس بزرگ کے دل میں ہو

المسئول من الملك العلام لا يصلح
الا بتقديم الوسيلة واوثق الذرائع
واحسن الهدايا الى الغني المنعام
التوسل بارواح الصالحين
من عباده قالوا التوسل المامور
في القرآن انما يكون بالاعمال
لا بالابدان مستدلين بحديث
الثلاثة الذين حبسوا في الغار
قلنا كما يجوز التوسل بالاعمال
كذالك يجوز بالابدان كما
توسل سيدنا الفاروق
رضي الله عنه عام قحط المطر
بسيدنا العباس رضي الله عنه
ولان التوسل بالاشخاص
حقيقة هو التوسل باعمال
ذلك الشخص لا بجسمه
الظاهر فصار التوسل
بالاشخاص توسلا بالاعمال-
الفرع الثاني من التوسل
بان ينادي الى روح احد
من عباد الله الصالحين بان
يقول يا سيدي رسول الله
اغثني او يا سيدي الشيخ
الفلاني امددني ففيه تفصيل

علیٰ ہذا القیاس عالم الغیب خدا بادشاہ کے دربار میں
بھی اپنی حاجت طلب کرنا سوائے وسیلہ پیش کرنے کے
اور کوئی پختہ ذریعہ تلاش کرنے کے بغیر صحیح نہ ہوگا۔ اور
اس سخی لا پرواہ خدا کے دربار میں بہترین تحفہ یہی ہے
کہ ارواح عباد اللہ صالحین کو وسیلہ بنایا جائے مگر
مخالف کہتے ہیں کہ جس وسیلہ پیش کرنے کا حکم قرآن
مجید میں ہے اس سے مراد صرف اعمال صالحہ ہی ہیں
کسی کی شخصیت وسیلہ نہیں ہو سکتی اور ثبوت میں وہ
حدیث پیش کرتے ہیں کہ تین آدمی غار میں پھنس گئے تھے
حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنے اپنے
اعمال حسنہ کو پیش کر کے دعا مانگی تھی اور وہ دعا منظور
بھی ہو گئی تھی اور ہم جواباً کہتے ہیں کہ توسل جس طرح اعمال
سے جائز ہے۔ اسی طرح خدا کے نیک بندوں سے بھی
صحیح ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں
قحط پڑ گیا تھا تو آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ
سے توسل کیا تھا۔ درحقیقت کسی نیک بندے کا توسل
پیش کرنا اس کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ اس کے نیک
عمل پیش کئے جاتے ہیں۔ ورنہ ظاہری جسم پیش نہیں
کیا جاتا تو اس لحاظ سے شخصی توسل بھی توسل بالاعمال
بن جاتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ انسان خدا کے
نیک بندوں میں سے کسی ایک کی روح کو پکارے اور
یوں کہے کہ اے میرے مالک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
میری فریاد رسی فرمایئے یا یوں کہے کہ اے پیر آقا
فلاں شیخ میری مدد کیجئے۔ تو اس کی تشریح یوں ہے

ان كان مراد القائل التجوز اعني نداءً
للعبد الصالح بطريق المجاز و يعلم
ان المعطي والمانع هو الله تعالى و
والعبد الصالح وسيلة الى حضرة قدسه
ويعد نفسه احقر من ان يناجي
ربه فذلك جائز لان الاعمال بالنيات
ولكل امرئ ما نوى فالله تعالى هو
المعطي والنبي صلى الله عليه وسلم
هو القاسم وقد جرت العادات للفقراء
والمحتاجين باظهار فقرهم للقاسم
لا المعطي و يتفرع على هذا البحث

جواز نداء الغائب

مسئلة جواز نداء الغائب وعدم جوازه
قالوا لا يجوز النداء للغائب ومن
اعتقده فقد اشرك بالله تعالى قلنا
ما مرادهم بالغائب الغائب من النظر
ام الغائب عن القلب فان كان مرادهم
الغائب من النظر فالله تعالى
غائب عن النظر قال الله تعالى
لا تدركه الابصار وهو
يدرك الابصار فلا يجوز لاحدهم
ان يقول يا الله وان كان مرادهم
الغائب عن القلب فالله تعالى حاضر
في قلب كل مؤمن بدو ليس بغائب و
رسول الله عليه وسلم ايضا حاضر في قلب

کہ اگر اس کی مراد مجاز ہے یعنی جب وہ نیک بندے کو
پکارتا ہے تو مجازی طریق پر پکارتا ہے۔ ورنہ وہ بھی جانتا
ہے کہ خدا ہی دیتا ہے یا روکتا ہے مگر عبد صالح درمیان
میں وسیلہ ہے کیونکہ وہ خدا کی بارگاہ میں مقرب ہے اور
میں اس امر کے لائق نہیں کہ خدا سے کوئی راز کی بات کہوں
تو یہ صورت جائز ہوگی کیونکہ اعمال کی بنیاد نیت پر ہوتی
ہے اور انسان کو نیت کا پھل ملتا ہے خدا دینے والا ہے
اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا عطیہ تقسیم کرنے والے
ہیں اور یہ دستور چلا آیا ہے کہ فقیر اور محتاج تقسیم کرنیوالے
کے پاس اپنی ضرورت پیش کیا کرتے ہیں اور اصل سخی کی خدمت
میں پیش نہیں کرتے۔ اسی بحث سے ایک اور مسئلہ بھی حل
ہوجاتا ہے کہ غائب کو پکارنا صحیح ہے یا ناجائز؟ مخالف
کہتے ہیں کہ نا جائز ہے کہ غائب کو پکارا جائے اور جو شخص
ایسا عقیدہ رکھتا ہے وہ خدا سے شرک کرتا ہے۔ مگر ہم پوچھتے
ہیں کہ غائب کے لفظ سے تمہارا کیا مطلب ہے؟ آیا وہ
آدمی جو نظر سے غائب ہو یا دل سے غائب ہو؟
اگر تم نظر سے غائب مراد لیتے ہو تو خدا بھی نظر سے
غائب ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں آیا ہے کہ خدا کو نظر
دریافت نہیں کر سکتی اور وہ بندوں کی نظر کو دریافت
کر لیتا ہے۔ تو کسی مخالف کو بھی یہ کہنا جائز نہ ہوگا کہ
وہ کہے "اے اللہ" اگر مخالف کی مراد اس لفظ سے وہ غائب
ہے جو دل سے پوشیدہ ہو تو خدا تعالیٰ تو ہر ایک کے
قلب میں حاضر ہوتا ہے اور کبھی غائب نہیں ہوتا اور رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہر ایک مومن کے قلب میں

كل مؤمن به وليس بغائب فهو
ينادي الى من في قلبه وحاضر
القلب اعلى واحلى من حاضر النظر
فما بقى للغائب محل يمنعون
النداء اليه واما قولهم
فالله تعالى يسمع والنبي صلى الله
عليه وسلم لا يسمع ففيه بحث
ليس هذا محل نشره وقد
سبق في مسئلة سماع الموتى
نبذا منه ولئن سلمنا ان النبي
صلى الله عليه وسلم لا يسمع
فنقول فالله تعالى سمع قول القائل
يارسول الله اغثني او ما سمع لا
سبيل الى الثاني فاذا سمع من عبده
النداء لحبيبه وصفيه واستغاثته
برسوله الذي هو بالمومنين رؤف
رحيم اليس مقتضى كرمه انجاح مطلوبه
فان قلت نعم فهو المطلوب ان قلت
لا فعليك بالبرهان وايضا في الحديث
الذي اخرجه البخاري في صحيحه عن ابي هريرة
انه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
ان الله تعالى قال من عادى لي وليا
فقد آذنته بالحرب وما
تقرب الى عبد بشئ

حاضر ہوتے ہیں اور غائب نہیں ہوتے پس مومن بھی
اسی کو پکارتا ہے جو اس کے دل میں حاضر ہوتا ہے اور
دل کا حاضر نظر کے حاضر سے بالاتر اور مرغوب تر ہوتا ہے
تو کوئی ایسا غائب نہ رہا جس کو پکارنا وہ ناجائز سمجھتے
ہیں اور مخالفین کا یہ کہنا کہ خدا تو سنتا ہے مگر رسولِ
خدا صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی پکار نہیں سنتے، قابلِ
غور ہے۔ یہ مقام اس پر بحث کرنے کا نہیں اور مسئلہ
سماع موتیٰ میں اس کی کچھ تفصیل گذر بھی چکی ہے اگر
بالفرض تسلیم بھی کیا جاوے کہ حضور علیہ السلام کسی کی
پکار نہیں سنتے تو ہم پوچھتے ہیں کہ بتاؤ کہ یا رسول اللہ
اغثنی کا فقرہ خدا سنتا ہے یا نہیں؟ یہ تو ناممکن ہے
کہ خدا نہ سنے۔ تو جب وہ سنتا ہے کہ اس کا ایک بندہ
اس کے حبیبؐ اور برگزیدہ نبی علیہ السلام کو پکار رہا ہے
اور اس کے اس رسول علیہ السلام سے فریاد کر رہا
ہے جو مومنین پر کمال طور پر رحمدل ہے تو کیا خدا کا
فضل یہ روا نہ رکھیگا کہ اس کی مراد پوری کرے۔ بس
اگر تم اسے مانتے ہو تو ہمارا مطلب بھی یہی ہے۔ اگر
انکار کرتے ہو تو کوئی صحیح دلیل پیش کرو۔ دیکھو
ایک حدیث میں آیا ہے جسے امام بخاریؒ نے اپنی کتاب
میں درج کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضؓ کہتے ہیں کہ
حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خدا نے کہا ہے کہ
جو شخص میرے مقرب دوست سے عداوت کرے،
میں اُسے لڑائی کا اعلان کروں گا۔ اور میری بارگاہ
میں انسان کے لئے تقرب کا وسیلہ اس سے بڑھ کر

احب الیّ مما افترضته علیه ولایزال
العبد یتقرب الیّ بالنوافل حتی
احببته فاذا احببته کنت سمعه الذی
یسمع به وبصره الذی یبصر به الحدیث
وای اقرب الیه تعالیٰ من حبیبه
صلی اللّٰه علیه وسلم ثم اذا سمع بسمعه
تعالیٰ وبصر ببصره تعالیٰ فکیف
لا یسمع من ینادیه من قریب او
بعید فان ذلك القرب والبعد انما
هو باعتبارنا لا باعتباره صلی اللّٰه
علیه وسلم وهذا مشاهد لمن اکتحلت
عیناه بصیرته بالنور الالهی انتهی

مسئلة زیارة قبور الاولیاء

ومن تلك المسائل مسئلة زیارة
قبور الانبیاء والاولیاء قالوا
السفر لزیارة القبور وان کان
قبر رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم
بدعة او شرك باختلاف اقوالهم
وما ادری کیف یجترؤن علی شرك
جمیع الامة من لدن زمنه صلی
اللّٰه علیه وسلم الی هذا الوقت و
قد قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم
لا یجتمع امتی علی الضلالة
وید اللّٰه علی الجماعة ومعلوم ان
من قال لاخیه المؤمن یا کافر

نہیں کہ جو میرے فرائض میں ان کو وہ ادا کرے۔
اسی طرح میرا بندہ نوافل سے میرا مقرب بنتا چلا جاتا
ہے۔ یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں
تو پھر میں خود اس کی قوتِ سماعت بن جاتا ہوں تو
وہ میرے ذریعہ سے سنتا ہے اور اس کی بصارت
بن جاتا ہوں تو وہ مجھ سے دیکھتا ہے الخ۔ بتاؤ خدا
کا بڑا مقرب اس کے حبیب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے بڑھ کر کون ہے تو ثابت ہوا کہ حضور
علیہ السلام خدائی سماعت سے سنتے ہیں اور اسی کی
بصارت سے دیکھتے ہیں تو پکارنے والا خواہ قریب ہو
یا بعید آپ اس کی پکار کیوں نہ سنیں گے؟ کیونکہ قرب
و بُعد کا فرق تو ہمارے متعلق ہوتا ہے۔ حضور علیہ السلام
کے متعلق نہیں ہوتا۔ اس کا مشاہدہ وہ شخص کر سکتا ہے
جس کی دونوں آنکھوں میں نورِ الٰہی کا سُرمہ لگا ہوا ہو۔ انتہی
متنازع فیہ مسائل میں سے ایک مسئلہ قبور انبیاء و اولیاء
کی زیارت کا بھی ہے۔ مخالفین کہتے ہیں کہ زیارتِ
قبور کے لئے سفر کرنا بدعت ہے۔ اگرچہ وہ قبر رسولِ
خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ہو۔ بعض کہتے ہیں وہ شرک
ہے۔ بہرحال ان کا آپس میں بڑا اختلاف ہے۔ مجھے معلوم
نہیں ہوتا کہ وہ کیسے تمام امت محمدیہ کو مشرک بنانے کی
جرأت کر لیتے ہیں جو عہدِ رسالت سے لیکر اب تک چلی
آئی ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری
اُمت گمراہی پر متفق نہ ہوگی اور اس جماعت پر خدا کا ہاتھ ہے
اور یہ معلوم ہے کہ جو شخص کسی مومن کو یہ لفظ کہے اے کافر

فقد باء بہ احدھما فالی اللہ المشتکی
فقطع النظر عن الاحادیث فی باب
زیارۃ القبور واقوال العلماء نقول
اما قال اللہ تعالیٰ ولو انھم اذ ظلموا
انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ و
استغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ
توابا رحیما فھل قید سبحانہ تعالیٰ
مجیئھم فی حال الحیوۃ کما اولوھا وھل
قید مجیئھم من قریب او بعید کما قرروھا
بل ھی عام الدلالۃ فی حیاتہ و بعد مماتہ
من قریب او بعید اجمع الامۃ قدیما
وحدیثا بجواز زیارۃ القبور و
ترغیب زیارۃ قبور الصلحاء ففی
زیارۃ القبور نفع للمیت بالدعاء لہ
بالمغفرۃ واھداء ثواب القرأۃ لروحہ
ونفع للزائر بالتیقظ والتھیئ للموت
واشتغال ارواح الصلحاء فی حق
زائریھم ولا عبرۃ بفعل بعض الجھلاء
من السجود لقبور الاولیاء او
الطواف بالقبور فان کلا منھما
حرام واللازم علی اھل
البصیرۃ ان یعلموھم
آداب الزیارۃ ولا یمنعوھم
من اصل الزیارۃ الا تری

تو ان دونوں میں سے ایک ضرور کفر لیکر پڑتا ہے والی اللہ المشتکی
اس سے قطع نظر کر کے کہ زیارت قبور کے متعلق کئی ایک
احادیث وارد ہیں اور اہل علم کے تحقیقی قول بھی موجود ہیں
ہم کہتے ہیں کہ کیا خدا نے یوں نہیں کہا کہ اے نبی جن لوگوں
نے اپنی جان پر ظلم کیا تھا اگر وہ آپکے پاس آجاتے اور
اللہ سے معافی مانگتے اور آپ خدا کے رسول بھی ان کے لئے
مغفرت طلب کرتے تو وہ ضرور خدا کو مہربان اور توبہ قبول
کرنے والا پاتے۔ اب تم بتاؤ کیا اس آیت میں خدا نے
رسول کی زندگی کی شرط لگائی ہے؟ جیسا کہ تم اس کی
تاویل کرتے ہو۔ یا یہ شرط لگائی ہے کہ آنے والا دور ہو یا
نزدیک جیسا کہ تمہارا خیال ہے۔ نہیں نہیں۔ یہ آیت
عام مفہوم رکھتی ہے۔ خواہ زندگی میں کوئی آئے یا آپکی
وفات کے بعد۔ پھر وہ خواہ قریب ہو یا بعید قدیم اور
موجودہ اُمت کا اتفاق ہے کہ زیارت قبور جائز ہے اور
قبور صلحاء کی ترغیب دینا بھی جائز ہے۔ کیونکہ زیارت
قبور میں میت کو بھی فائدہ حاصل ہوتا ہے (کیونکہ اس
کے لئے دعائے مغفرت کی جاتی ہے اور قرأۃ قرآن کا ثواب
دیا جاتا ہے اس کی روح کو) اور زائر کو بھی فائدہ ہوتا
ہے کہ وہ ہوشیار ہو جاتا ہے اور موت کی تیاری کرتا ہے
اور خدا کے نیک بندوں کی روحیں بارگاہ الٰہی میں اسکی
شفاعت کرتی ہیں۔ مگر جو کچھ جاہل وہاں جا کر کرتے ہیں
مثلاً قبر کو سجدہ کرنا یا اس کا طواف کرنا۔ تو وہ بہر حال حرام
ہوتا ہے اور اہل علم کا فرض ہے کہ ان کو آداب زیارت
کی تعلیم دیں اور اصل زیارت سے ممانعت نہ کریں کیا

لو ان ضريرا فاقد البصر دخل مسجدا
وصلى الى غير القبلة فاللازم على
اهل البصيرة ان يعلموه ويحولوا
وجهه نحو القبلة او يمنعوه من الصلوٰة
اصلا واما استدلالهم بحديث لا
تشد الرحال الا الى ثلاثة مساجد
فانه مخصوص بالمساجد كما ورد في
بعض روايات الحديث لفظ المسجد
بقوله عليه الصلوٰة والسلام لا
تشد الرحال الى مسجد الا الى
ثلاثة مساجد فان شد الرحال
الى التجارات والغزوات ونحوها
مامور الشرع الشريف ولا ينكره
الا الجاهل الغبي قال الله تعالىٰ و
اتخذوا من مقام ابراهيم مصلى و
مقام ابراهيم من آثار الصالحين
فاذا كانت الآثار مامورا بالصلوٰة
فيها فما ظنك بضرائحهم الشريفة
اذا لم تكن القبور محاذية القبلة۔
ومن تلك المسائل مسئلة الشفاعة

مسئلة الشفاعة

قالوا الشفاعة غير ممكنة فانها لا تكون
الا بان يكون الشفيع وجيها عند الله
تعالىٰ او يكون محبوبا لله تعالىٰ وهذان
محالان في حق الله تعالىٰ والثالث الشفاعة

تم نہیں دیکھتے کہ جب نابینا مسجد میں آکر نماز پڑھتا ہے
اور قبلہ رُخ نہیں ہوتا۔ تو دیکھنے والے کا کیا فرض ہوتا
ہے کہ اُسے بتائے اور اس کا رُخ قبلہ کی طرف کرے
یا یہ فرض ہوگا کہ وہاں اسے نماز سے روک دیں۔ مگر
ان کی یہ دلیل کہ حدیث میں ہے کہ تین مسجدوں کے بغیر
کسی اور مقام کی طرف سوائے ان کے سفر نہ کیا جائے تو اس
کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مساجد سے مخصوص ہے۔
جیسا کہ اس حدیث کی بعض روایات میں مسجد کا صاف
لفظ موجود ہے۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا ہے کہ کسی مسجد
کی طرف شد رحال یعنی سفر نہ کیا جائے سوائے تین مساجد
کے اور تجارت اور جہاد وغیرہ کی طرف سفر کرنا خود شرع
شریف میں فرمایا گیا ہے جس کا انکار ہٹ دھرم بیوقوف
کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ دیکھو خدا کا حکم ہے کہ مقام
ابراہیم علیہ السلام کو اپنی نماز کی جگہ بناؤ اور مقام ابراہیم
صالحین کے آثار میں سے ہے۔ تو جب ایسے آثار صالحین
میں نماز ادا کرنے کا حکم ہے تو ان کے مزارات کے متعلق
تمہارا ممانعت کے لئے کیا خیال ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ
ان کے مزارات شریف نمازی کے قبلہ کی طرف نہ ہوں
متنازع فیہ مسائل میں سے ایک مسئلہ شفاعت کا
بھی ہے۔ مخالفین کہتے ہیں کہ شفاعت ناممکن ہے
کیونکہ شفاعت اسی صورت میں ہو سکتی کہ شافع وجیہ
ہو۔ یا خدا کا محبوب ہو اور یہ دونو امر خدا کے یہاں
محال ہیں۔ تیسری صورت شفاعت بالاذن کی ہے
اور یہ گو نفی شفاعت کے برابر ہے۔ کیونکہ یہ نہ تو

بالاذن فهي كلا شفاعة لا تكون لاهل
الكبائر ولا للمصرين على الصغائر
وبعض الصغائر ان قارنها التوبة
والندامة فيرحمه ربه ولا يستطيع
العفو بلا سبب فيأذن لمن يشاء
بشفاعته ويغفر برحمته انتهى عقيدتهم
اقول اولاً لا نسلم ان شفاعة الوجيه
او المحبوب محال لان على الله تعالى الخوف
من التشفيع ولا الالم من عدم رضاء
محبوبه بل بمحض فضله وكرمه على
رسوله وخواص عباده وثانيا
ثبوت وجاهة النبي صلى الله عليه
وسلم في حضرة ربه الاعلى و
محبته له قال الله تعالى في حق
سيدنا عيسى عليه السلام وجيها
في الدنيا والآخرة ومن المقربين وقال
الله تعالى في حق سيدنا موسى عليه السلام
فبرءه الله مما قالوا وكان عند الله
وجيها فاذا كان سيدنا عيسى عليه السلام
وسيدنا موسى عليه السلام وجيهين و
من المقربين فسيدنا رسول الله
صلى الله عليه وسلم اولى واحق
بذلك قال الله تعالى وكان
فضل الله عليك عظيما وقال تعالى

کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے ہوگی نہ صغیرہ گناہ
پر اصرار کرنے والوں کے لیے ہوگی اور چند صغیرہ
گناہ والوں پر خدا خود ہی رحم کردے گا جبکہ توبہ اور
ندامت ان کے ساتھ ہوگی۔ تو خدا بھی کسی سبب کے بغیر
ان کو معاف نہیں کریگا لیکن جسے چاہے معاف کردیگا
اور جسے چاہے گا شفاعت کی اجازت دیگا (ان کا
عقیدہ یہاں ختم ہوا) مگر میں پہلے تو یہ کہتا ہوں کہ
وجیہ اور محبوب کی شفاعت محال نہیں ہے خدا کے
نزدیک بلکہ ضروری ہے نہ اس لئے کہ خدا شفیع سے
ڈریگا اور نہ اس لئے کہ خدا اپنے محبوب کو ناراض
کرنے سے دردمند ہوگا۔ بلکہ اس لئے کہ وہ اپنے محبوب
اور اپنے خاص بندوں پر خاص فضل و کرم کریگا۔
(دوم) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت بارگاہ
الہٰی میں از روئے قرآن ثابت ہے اور آپکی محبوبیت
بھی ثابت ہے۔ ارشاد ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام دنیا و
آخرت میں وجیہ ہیں اور مقربین بارگاہِ الہٰی میں سے
ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہے
کہ جو الزام مخالفین دیتے تھے۔ اس سے خدا نے آپ کو
بری کردیا اور آپ خدا کے دربار میں وجیہ تھے اور
جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام
وجیہ اور مقرب بارگاہِ الہٰی ٹھیرے تو حضرت محمد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مرتبہ کے سب سے
بڑھ کر حقدار ہوں گے۔ کیونکہ ارشاد ہے کہ آپ پر
خدا کا فضل بہت بڑا ہے۔ اور یہ بھی ارشاد ہے کہ

قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني
يحببكم الله فاذا كان التابع له
محبوبًا عند الله تعالىٰ افلا يكون
المتبوع محبوبا عنده تعالىٰ وقال
صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وانا
حبيب الله فاذا ثبت وجاهته
عند الله تعالىٰ ومحبته
مولاه له فاي مانع من قبول
شفاعته وقال صلى الله عليه
وسلم اعطيت الشفاعة قال الله
تعالىٰ عسى ان يبعثك ربك
مقامًا محمودا واجمع المفسرون
بان المراد بالمقام المحمود هي الشفاعة
الكبرىٰ رجعنا الى القسم الثالث
من الشفاعة فنقول اولًا ان الاستغفار
وطلب المغفرة لاحد هي الشفاعة
وقد امر الله تعالىٰ انبياءه
عليهم الصلوٰة والسلام
بطلب المغفرة لاممهم
قال سيدنا ابراهيم على
نبينا وعليه السلام ربنا
اغفرلي ولوالدي و
للمؤمنين يوم يقوم
الحساب وقال سيدنا

آپ فرما دیں کہ اے مومنین اگر تم خدا کے محبوب بننا
چاہتے ہو تو میری تابعداری کرو۔ تب خدا تعالیٰ
تم کو بھی اپنا محبوب بنائے گا۔ خیال کرو کہ جب
تابع محبوب الٰہی ہوا تو متبوع کیوں محبوب الٰہی نہ
ہوگا۔ حالانکہ خود رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ میرا انتصاب محبوب الٰہی ہے۔ تو جب آپ کی
وجاہت خدا کے دربار میں ثابت ہے اور خدا کی
محبت بھی ثابت ہے تو آپ کی شفاعت کے
منظور ہونے میں کیا کسر باقی ہے اور آپ نے
یہ بھی فرمایا ہے کہ مجھے خاص طور پر شفاعت کا
مرتبہ عطا ہوا ہے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نے فرمایا
ہے کہ عنقریب خدا آپکو مقام محمود پر پہنچا دیگا۔
اور تمام مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ مقام محمود
سے مراد شفاعت کبرےٰ اور عام شفاعت کا
مرتبہ ہے۔ اب رہی شفاعت کی تیسری قسم تو
اس کے متعلق ہم یوں کہتے ہیں کہ شفاعت کا
مطلب ہی یہ ہے کہ کسی کے لئے استغفار اور
طلب مغفرت کی جائے اور یہ ثابت ہے کہ خدا
تعالیٰ نے خود اپنے انبیاء علیہم السلام کو حکم دیا
ہوا ہے کہ اپنی اپنی اُمت کے لئے خدا سے مغفرت
طلب کریں۔ چنانچہ حسب الحکم خداوندی حضرت
ابراہیم علیہ السلام دست بدعا ہو کر فرماتے ہیں کہ
اے ہمارے رب مجھے بخش۔ میرے والدین کو بخش
اور مومنین کو بخش جس دن کہ حساب کا محکمہ قائم ہوگا

موسى عليه السلام انت
وليّنا فاغفر لنا وارحمنا
وانت خير الغافرين
وقال سيدنا عيسى عليه السلام
ان تعذبهم فانهم عبادك
وان تغفر لهم فانك انت
العزيز الحكيم فطلب لهم
المغفرة بالطف الالفاظ و
قد امر الله تعالى حبيبه بقوله
وصلّ عليهم ان صلواتك
سكن لهم فهذا هو
الأمر والاذن بالشفاعة
وقال تعالى ولو انهم
اذ ظلموا انفسهم جاؤك
فاستغفروا الله و
استغفر لهم الرسول
لوجدوا الله توابا
رحيما. فهل
لاستغفار الرسل
معنى الا الشفاعة
وقال تعالى
واستغفر لذنبك و
للمؤمنين والمؤمنات
والله يعلم

جناب موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یا اللہ تو ہی
ہمارا سرپرست ہے ہماری مغفرت کر اور ہم پر رحم کر
اور تو تمام مغفرت کرنے والوں سے بہتر ہے اور
حضرت عیسےٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ یا اللہ اگر
میری اُمت کو تو عذاب کرے تو کوئی چارہ نہیں۔
کیونکہ وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف
کردے تو یہ تیری شان کے شایان ہے کیونکہ تو
عزت وحکمت کا مالک ہے دیکھو آپ نے کن نرم
لفظوں میں مغفرت طلب کی ہے۔ اور خدا تعالےٰ
نے اپنے حبیب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو ارشاد
کیا ہے کہ اپنی اُمت پر نماز جنازہ اور دعائے خیر
کرو۔ کیونکہ آپکی دعائے خیر اُن کے لئے باعث
تسکین ہے پس یہی حکم امر اور اذن بالشفاعۃ
ہے۔ پھر ارشاد ہے کہ جب انہوں نے اپنی جان
پر ظلم کیا ہے پس اگر آپ کے پاس آجاتے۔
اور خدا سے معافی مانگتے اور آپ بھی بحیثیت
رسول اللہ ہونے کے ان کے واسطے معافی مانگتے
تو وہ ضرور دیکھتے کہ خدا تعالیٰ بڑا مہربان اور
توبہ قبول کرنے والا ہے پس انبیاء علیہم السلام
کے استغفار کا یہی مطلب ہے کہ وہ اپنی اُمت کے
لئے شفاعت کریں۔ چنانچہ خدا نے نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کو ارشاد کیا ہے کہ اپنی کوتاہیوں کی
پردہ پوشی طلب کرو اور زن ومرد اہل ایمان
کے لئے مغفرت طلب کرو۔ کیونکہ خدا تو تمہارے

متقلبکم ومثواکم فلیس الامر بالاستغفار
الا الاذن بالشفاعة بآکد الوجوہ
لان الامر اوکد من الاذن بل مدح اللہ
تعالیٰ عوام المؤمنین بالاستغفار
الاخوان من المؤمنین بقولہ تعالیٰ و
الذین جاؤا من بعدھم یقولون ربنا
اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا
بالایمان وقال تعالیٰ ولسوف یعطیک
ربک فترضیٰ ووعد اللہ حق لایمکن
التخلف ولن یخلف اللہ وعدہ رسلہ
فاعتمد النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی
وعد ربہ فقال اعطیت الشفاعۃ
بلفظ الماضی ونقول لھم ما تقولون
فی صلاتکم ربنا اغفرلی ولوالدی و
للمؤمنین یوم یقوم الحساب فمن اذن
لکم فی دعاء المغفرۃ للوالدین و
للمؤمنین الیس ھذا الدعاء شفاعۃ
فان قلتم اذن لنا الشارع نقول
اذن الشارع بالشفاعۃ لکافۃ المؤمنین
ولم یاذن لحبیبہ وصفیہ صلی اللہ
علیہ وسلم ھاتوا برھانکم
ان کنتم صادقین واما
قولھم الشفاعۃ لا تکون
لاھل الکبائر ولا للمصرین

حرکات وسکنات سے خوب واقف ہے پس امر
بالاستغفار ہی اذن بالشفاعۃ ہے اور اذن بھی بڑے
زور کا ہے۔ کیونکہ امر کرنا اذن دینے سے زیادہ زوردار ہوتا ہے
صرف یہی نہیں بلکہ یہ بھی دیکھو کہ خدا نے ان مسلمانوں کی تعریف
بھی کی ہے کہ اپنے مسلمان بھائیوں کی مغفرت طلب کرتے ہیں
چنانچہ ارشاد ہے کہ جو اہلِ ایمان بعد میں آئے وہ کہتے ہیں کہ
یا اللہ ہمیں بخش اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی بخشدے جو ہم سے
پہلے ایمان لا چکے ہیں پھر ارشاد ہے کہ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
خدا آپکو اتنا دیگا کہ آپ راضی ہو جائینگے اور خدا کا وعدہ سچا ہے
اسمیں خلافِ وعدہ کی گنجائش نہیں کیونکہ اس نے خود کہا ہے
کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اسی وعدہ
پر بھروسہ کرتے ہوئے حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے (فعل ماضی
کے لفظوں میں) کہ مجھے شفاعت کا عطیہ دیا جا چکا ہے ہم ہم بھی
پوچھتے ہیں کہ کہ اے اہلِ ایمان کیا تم اپنی نماز میں یہ دعا نہیں کیا
کرتے کہ یا اللہ مجھے بخش، میرے والدین کو بخش اور قیامت کے
دن مسلمانوں کو بھی بخش۔ اب بتاؤ تم کو دعائے مغفرت کیلئے
کس نے اجازت دی ہے کہ تم والدین اور مسلمانوں کیلئے دعائے
مغفرت کرتے ہو؟ یہ بھی بتاؤ کہ کیا یہی طلب مغفرت شفاعت نہیں
ہے؟ پس اگر تم یوں کہو کہ خدا نے ہمیں اجازت بخشی ہے تو ہم
پوچھیں گے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ تمکو تو شفاعت کی اجازت ہو تاکہ تم
اہلِ ایمان کے لئے طلب مغفرت کرو اور خدا نے اپنے حبیب برگزیدہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت نہ بخشی؟ اگر تمہارے پاس کچھ
صداقت ہے تو اس دعویٰ کی کوئی دلیل پیش کرو۔ اب رہا انکا
یہ قول کہ اہلِ کبائر کیلئے شفاعت نہ ہوگی اور نہ ان کیلئے

على الصغائر فذلك تحكم وبهتان
على الله تعالى اما قال الله تعالى
ان الله يغفر الذنوب جميعا وان الله
لا يغفر ان يشرك به ويغفر ما دون
ذلك لمن يشاء والشفاعة العظمى
التي تكون يوم القيمة لكافة الخلق
المشار عليها بقوله تعالى عسى ان
يبعثك ربك مقاما محمودا
مختصة بسيدنا رسول الله صلى الله
عليه وسلم فقولهم لا يشفع احد
الا باذنه مستدلين بقوله تعالى
من ذا الذي يشفع عنده الا باذنه
صحيح لا شك فيه وقد اذن الله
تعالى لرسوله صلى الله عليه وسلم
بل امره بالشفاعة بقوله تعالى و
صل عليهم ان صلوتك سكن لهم
وقوله تعالى واستغفر للمؤمنين
والمؤمنات كما مر فلذا قال
عليه الصلوة والسلام اعطيت
الشفاعة وتمام الحديث اعطيت
خمسا لم يعطهن احد قبلي
نصرت بالرعب وجعلت لي الارض
مسجدا وطهورا واحلت
لي الغنائم ولم تحل

جو گناہ صغیرہ پر مداومت کرتے ہیں پس ہم کہتے ہیں کہ یہ
قول خدا پر بہتان اور زبردستی کا حکم ہے۔ کیا خدا نے یوں
نہیں کہا کہ بیشک خدا تمام گناہ بخشدیتا ہے۔ ہاں خدا تعالے
یہ گناہ نہیں بخشیگا کہ اسکا کسی کو شریک بنایا جائے اور اس
کے بغیر جسے چاہے، جو گناہ بھی ہوں سب بخشدیگا اور شفاعت
کبرے قیامت کے دن وُہی ہوگی جو تمام مخلوق کی ہوگی۔ اسی
کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے کہ اے نبیؐ خدا تعالیٰ عنقریب
آپکو مقام محمود پر پہنچا دیگا اور یہ شفاعت کبری ہمارے نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی حصہ میں ہے اور آپ سے مختص ہے
پس مخالفین کا یہ کلام کہ اذن الہٰی کے بغیر کوئی شفاعت نہیں
کریگا اور انکا اس آیت سے دلیل پکڑنا کہ کون وُہ ہے کہ بلا
اجازت خداوندی اللہ کے پاس کسی کی شفاعت کرے۔
یہ دونوں امر صحیح ہیں اور ان میں ذرہ بھر شک نہیں مگر یہ یاد
رہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذن بالشفاعۃ
ہوچکا ہوا ہے بلکہ اس سے بڑھکر امر بالشفاعۃ بھی نافذ ہوچکا ہے
چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ آپ ان کے لئے دعائے خیر کریں
کیونکہ آپکی دعائے خیر اُن کے واسطے تسکین ہے۔ چنانچہ پہلے
گذر چکا ہے۔ یہ بھی ارشاد ہے کہ زن و مرد اہل ایمان کے لئے
آپ دعائے مغفرت کریں۔ اسی وجہ سے آپؐ نے فرمایا ہے
کہ مجھے شفاعت کبریٰ کا عطیہ دیا جا چکا ہے اور اس حدیث
کے باقی اجزاء یہ ہیں کہ مجھے پانچ عطیے عطا ہوئے ہیں اور مجھ
سے پہلے یہ کسی کو نہیں دیئے گئے۔ اوّل میرے رعب سے میری
امداد کیگئی ہے۔ دوم یہ کہ تمام سطح زمین میرے لئے وضو اور
نماز کی جگہ مقرر کردی گئی ہے۔ سوم خاص مجھے غنیمت کا مال حلال

لاحد قبلی و اعطیت الشفاعة
و بعثت للناس عامة متفق علیه۔
و اما قولهم لایستطیع تعالی شانه
العفو بلا سبب نقول اولا هذا
القول اشنع من قول النصاری
هل یستطیع ربك ان ینزل علینا
مائدة من السماء لان النصاری
ترددوا فی الاستطاعة فجاؤا بلفظة
هل وهؤلاء تیقنوا فی عدم
الاستطاعة فقالوا لایستطیع العفو
بلا سبب وثانیا ان العباد یستطیعون
العفو بلا سبب بل بمحض الکرم والله
سبحانه وتعالی لایستطیعه وهو
تعالی فعال لما یرید لایسئل عما
یفعل فهذه نتیجة توحیدهم وادبهم
مع ربهم بل زاغوا فازاغ الله
قلوبهم ربنا لاتزغ قلوبنا بعد
اذ هدیتنا۔ انتهی وهی من تلك المسائل
مسئلة اعراس المشائخ و مولد النبی صلی الله علیه
وسلم فی الاوقات المعلومة قالوا حرام
بتعیین الاوقات والموالید بل یشبه
فعل الهنود ونقول ان منعوا نفس الاعراس
یعنی اطعام الطعام للمساکین وذوی
الحاجات بنیة ایصال الثواب

کر دیا گیا ہے ورنہ مجھ سے پہلے کسی نبی کو اسکا استعمال جائز
نہ تھا چہارم مجھے عام شفاعت کا حق دیا گیا ہے پنجم یہ کہ میں
تمام مخلوقات کیطرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں (یہ حدیث
بخاری و مسلم میں ہے) مخالفین کا یہ قول کہ خدا تعالی بلا وجہ
معافی نہیں دے سکتا، بالکل غلط ہے اور ہم کہتے ہیں
کہ پہلے تو یہ قول اُن عیسائیوں کے کلام سے بھی بڑھکر
معیوب ہے جنہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام سے کہا تھا کہ کیا
تیرا رب آسمان سے ہمارے لئے کھانا اُتار سکتا ہے؟
کیونکہ عیسائیوں نے خدا کی قدرت میں شک کیا تھا اسلئے
انہوں نے سوالیہ فقرہ پیش کیا اور اِن لوگوں نے یقین
کر لیا ہے کہ خدا کو قدرت ہی نہیں کہ اپنا حق بھی بلا وجہ
معاف کردے۔ دوم یہ کہ بندہ اپنا حق بلا وجہ معاف کرسکتا
ہے بلکہ صرف کرم اور مہربانی سے معاف کرسکتا ہے اور
ان کے نزدیک خدا کو یہ طاقت نہیں۔ حالانکہ وہ جو چاہے
کرتا ہے، اس سے کوئی چون و چرا نہیں۔ دیکھو یہ اُن کی
توحید کا نتیجہ ہے اور اپنے رب کی تعظیم کا ثمرہ ہے نہیں
نہیں، بلکہ وہ گمراہ ہوگئے۔ یا اللہ تو ہمارے دل کو
راہ راست سے نہ پھیر، بعد اس کے کہ تُو نے ہمکو سیدھی
المسئلة
راہ دکھائی ہے۔ مختلف فیہ مسائل میں سے عرس مشائخ
اور میلاد نبوی کا مسئلہ بھی ہے۔ جو مقررہ اوقات میں
منائے جاتے ہیں۔ مخالفین کہتے ہیں یہ حرام ہیں بوجہ تعیین
وقت کے اور مجالس میلاد فعل ہنود سے مشابہ ہیں مگر
ہم کہتے ہیں کہ اگر اصل حقیقت عرس کو ممنوع کہیں یعنی
مساکین اور حاجتمندوں کو کھانا کھلانا تا کہ ایصال ثواب

فذلك مكابرة ومخالفة للشرع
قال الله تعالى واطعموا القانع و
المعتر وقال تعالى انفقوا مما رزقناكم
من قبل ان ياتي يوم لا بيع فيه ولا
خلة ولا شفاعة وقال تعالى وما انفقتم
من نفقة او نذرتم من نذر فان الله
يعلمه وقال تعالى واقيموا الصلوة و
اتوا الزكوة واقرضوا الله قرضا حسنا
وما تقدموا لانفسكم من خير تجدوه
عند الله هو خيرا واعظم اجرا وقال
تعالى ويطعمون الطعام على حبه مسكينا
ويتيما واسيرا وان منعوها لتعيين
الاوقات فتعيين الوقت لا يضر في
الامور المباحة الا ترى ان الشارع
عليه الصلوة والسلام امر امته بصوم
يوم عاشوراء وامرهم بصوم ست من شوال
وامرها بالتهجد في الليل وصلوة الاشراق
والضحى في الاوقات المعينة وامر
بالعقيقة في اليوم السابع من ولادة المولود
وغيرها فعين للامور المباحة اوقات
معينة والمقصود من تعيين الايام للاعراس
اجتماع الناس من النواحي بلا كلفة
لا غير وان منعوها لعدم ايصال الثواب
فذلك باطل عقلا ونقلا ويكفي في المقصود

ہو۔ تو یہ کج بحثی ہوگی اور شرع کا خلاف ہوگا کیونکہ خدا خود
حکم دیتا ہے کہ سوالی اور غیر سوالی حاجتمندوں کو کھانا کھلاؤ
یہ بھی فرمایا کہ جو مال ہم نے تمکو دیا ہے۔ اس سے خرچ کرو اللہ
کی راہ میں پیشتر اس کے کہ وہ دن آئے جس میں نہ خرید و فروخت
ہوگی نہ دوستانہ کام آئیگا اور نہ تمہارے کسی دوست کی سفارش
کام آئے گی۔ یہ بھی فرمایا کہ جو کچھ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرتے
ہو یا نذر دیتے ہو خدا اسے جانتا ہے۔ یہ بھی ارشاد ہے کہ
نماز بلا ناغہ ادا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ کو قرض حسنہ دو
اور جو خیرات تم اپنے لئے پیشگی بھیجو گے اُسے خدا کے یہاں
بہتر پاؤگے اور اسکا ثواب بہت پاؤ گے۔ یہ بھی فرمایا کہ مومن
کھانا کھلاتے ہیں مسکینوں اور یتیموں اور قیدیوں کو اگرچہ
ان کو خود اس کھانے کی خواہش ہو۔ اگر مخالفین تعیین وقت
کی وجہ سے عرس کو حرام کہتے ہیں تو غلط ہے کیونکہ تعیین
وقت امور مباح میں مُضر نہیں ہوتی۔ ارے تم یہ نہیں
دیکھتے کہ حضور علیہ السلام نے یوم عاشوراء کے روزہ کا اپنی
اُمت کو حکم دیا تھا اور شوال کے چھ روزوں کا بھی حکم دیا
تھا اور رات کو نماز تہجد کا حکم دیا تھا اور صلوۃ اشراق کا اور
صلوۃ ضحیٰ کا اور ان سب کے اوقات متعین ہیں اور حکم دیا کہ پیدائش
کے بعد ساتویں روز بچے کا عقیقہ دیا جائے وغیرہ وغیرہ۔ ان
سب میں آپ نے وقت مقرر کردئے ہیں اور تعیین وقت عرس
میں اصل مقصود یہ ہوتا ہے کہ لوگ بلا تکلف جمع ہو جایا کریں
اس کے سوا کوئی اور مقصد نہیں ہوتا۔ اگر وہ اسلئے منع
کرتے ہیں کہ میت کو ثواب نہیں پہنچتا تو یہ بالکل غلط ہے
نہ اسے عقل مانتی ہے نہ کوئی نص تسلیم کرتی ہے اور ہمارے

حدیث بئر ام سعدؓ فان اهداء ثواب
العمل للغیر حیًا ومیتًا جائز بل مأمور
بها الاتری ان الحج من الغیر عند عدم
القدرة ورد به الشرع کما امر الشارع
علیه الصلوٰة والسلام المرأة السائلة
عند انصرافه من مزدلفة عام حجة الوداع
واما الموالید بهیئتها الکذائیة فانها
وان لم تکن فی زمن خیر القرون لکنه
امر مستحسن معمول کافة المسلمین شرقًا
وغربًا الا فی الفرقة المحدثة الغیر المقلدة
وما راه المسلمون حسنًا فهو عند الله حسن
ولیس فی قراءة الموالید الا مدح النبی
صلی الله علیه وسلم وانشاد الشعر فی مدحه
صلی الله علیه وسلم وقراءته قراءة مدحه
سنة الاصحاب بل سنة النبی صلی الله علیه
وسلم لما روی ان النبی صلی الله علیه وسلم
کان یسمع الاشعار المدحیة من حسان
بن ثابت وکعب بن زهیر وسواد بن قارب
وغیرهم فمن یقول ان قراءة المولود
ممنوع او مذموم وفعل یشبه الهنود فهو
بنفسه مذموم ومطرود وما ادری لای
سبب یمنعون قراءة المولد ما یمنعون
الامور المستحدثة غیر المولد کبناء الرباطات و
تزیین المساجد بالنقوش وکتابة المصاحف المزخرفة

قراءة مولد النبی

اس مقصد (ایصالِ ثواب) کیلئے ام سعدؓ کے کنوئیں کی
حدیث کافی ہے. کیونکہ غیر کے عمل کا ثواب پہنچانا بحالت
حیات وموت دونوں صورتوں میں جائز ہوتا ہے بلکہ اسکا
حکم ہوچکا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ قدرت نہ ہو تو غیر سے
حج کرانے میں شرعی حکم وارد ہے. چنانچہ حضور علیہ السلام
حجۃ الوداع میں مقام مزدلفہ سے واپس تشریف لائے
تو ایک عورت نے یہی سوال کیا تھا اور مجلس میلاد گرچہ
موجودہ شکل میں خیر القرون کے وقت موجود نہ تھیں مگر اس
میں شک نہیں کہ یہ فعل مستحسن ہے اور تمام اہل اسلام کا شرق
ومغرب میں معمول ہے سوائے فرقہ نجدیہ غیر مقلدین کے
اور یہ اصول ہے کہ جس امر مباح کو مسلمان مستحسن سمجھیں وہ
خدا کے نزدیک بھی مستحسن قرار پاتا ہے اور مجلس میلاد میں یہی
ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح ذکر کیجاتی ہے
یا آپکی مدح میں شعر پڑھے جاتے ہیں اور مدحیہ اشعار کا
پڑھنا سنتِ صحابہؓ ہے بلکہ سنتِ نبویہ ہے. کیونکہ روایات
سے ثابت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان
بن ثابت سے اپنے اشعار مدحیہ سنا کرتے تھے اور کعب بن
زہیر اور سواد بن قارب وغیرہ سے بھی آپ نے اشعار مدحیہ سنے تھے
اس لئے جو شخص یہ کہتا ہے کہ ذکر میلاد اور مدحیہ اشعار کا پڑھنا
ممنوع یا برا ہے اور فعل ہنود ہے وہ شخص خود برا ہے اور
راندۂ درگاہ نبوی ہے. اب مجھے معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کس وجہ
سے ذکر میلاد کو منع کرتے ہیں اور مجالس میلاد کے علاوہ دیگر
نو پیدا امور کو کیوں منع نہیں کرتے مثلاً مسافر خانوں کا بنانا
یا مساجد کا سجانا بیل بوٹے سے یا قرآن مجید کو سنہری حروف

المسئلة

بالمذهب تعليم العلوم العقلية والعلوم
العربية كالصرف والنحو والحكمة والرياضيات
ولبس ثياب مروجة الوقت واكل الاطعمة
الملونة فكل ذلك مباح لااعتراض عليه
لكن قراءة المولد الذي فيه ذكر ولادة النبي
صلى الله عليه وسلم وذكر معجزاته وخوارق
عاداته عند مولده حرام او بدعة ولا يظهر
لمنعهم سبب الا حبهم له صلى الله عليه وسلم

المسئلة

ومن تلك المسائل مسئلة تصوره صلى
الله عليه وسلم في الصلوة قال امامهم
تصوره عليه الصلاة والسلام في الصلوة
اسوء من تصور بهائم المصلي وهو
اخس انواع البهائم وانا لا اقدر ذكر
ما سموه من البهائم في مقابلة اسمه
الشريف تادبا وهذه العقيدة من اشنع
عقائدهم اعاذنا الله تعالى منها ومع ذلك
يسمونه بفخر العالم فاذا كان هذا حال
فخر العالم فماذا يكون حال من كان دونه
في القرب من الانبياء والصالحين وكيف
يتصورون سيدنا الخليل عليه السلام
حين يقرؤن قوله تعالى في الصلوة واتخذ
الله ابراهيم خليلا وكيف يتصورون
سيدنا موسى عليه السلام حين يقرؤن وكلم
الله موسى تكليما وكيف يتصورون سيدنا عيسى

سے لکھنا یا علوم عقلیہ مروجہ کا تعلیم دینا یا عربی علوم کی تعلیم
مثلاً صرف، نحو، فلسفہ، ریاضی وغیرہ یا زمانہ حال کے مروجہ
لباس کا استعمال یا مختلف قسم کے کھانے تناول کرنا جب
اصل میں یہ سب مباح ہیں وہ ان پر کوئی اعتراض نہیں کرتے
مگر ذکر میلاد جسمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا تذکرہ
ہوتا ہے یا معجزات اور خرق عادات بیان ہوتے ہیں جو
آپکی ولادت کے وقت رونما ہوئے تھے تو اسے حرام یا بدعت
بتاتے ہیں۔ شاید ممانعت کی وجہ صرف یہی معلوم ہوگی کہ ہم حضور
علیہ السلام سے اظہار محبت کرتے ہیں اور بس، خوب! ان
مسائل میں سے حضور علیہ السلام کے تصور کا بھی مسئلہ ہے جو نماز
میں بلا اختیار آجاتا ہے۔ مخالفین کے امام کا قول ہے کہ نماز
میں حضور علیہ السلام کا خیال آجانا نمازی کے اپنے جانوروں کے
خیال سے بھی بدتر ہے اور اس مقام پر اس نے ایک بدترین
جانور کا ذکر کیا ہے۔ مگر میں جرأت نہیں کر سکتا کہ اس بُرے جانور
کا نام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کے مقابلہ پر
ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے ذکر کروں۔ اور انکا یہ عقیدہ بدترین
عقائد میں سے ہے۔ ایسے عقائد سے خدا بچائے۔ تعجب ہے کہ
پھر یہ لوگ حضور علیہ السلام کو فخر عالم بھی کہتے ہیں۔ مگر تم سوچو کہ جب
فخر عالم کا انکے نزدیک یہ حال ہے تو دوسرے انبیاء وصالحین
کا کیا حال ہوگا۔ جو آپ سے بارگاہ الٰہی میں کم درجہ پر مقرب ہیں
وہ بتائیں کہ جب وہ نماز میں واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا
پڑھتے ہیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تصور کو کیا سمجھتے ہیں
یا جب کلم اللہ موسیٰ تکلیما پڑھتے ہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام
کے تصور کو کس نگاہ سے دیکھتے ہیں اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام

عليه السلام حين يقرؤن فى الصلوة و
كان وجيها فى الدنيا و الاخرة و من
المقربين وجميع القران مفصح بمدحه
صلے اللہ علیہ وسلم و قربہ و محبتہ قال
الله تعالیٰ اطيعوا الله واطيعوا الرسول
ومن يطع الرسول فقد اطاع الله و
قوله تعالیٰ قل ان كنتم تحبون الله
فاتبعونى وقال تعالیٰ يا ايها النبى
انا ارسلناك شاهدا ومبشرا و
نذيرا و داعيا الى الله باذنه وسراجا
منيرا وقال تعالیٰ لا تجعلوا دعاء
الرسول بينكم كدعاء بعضكم بعضا وقال
تعالیٰ و تعزروه و توقروه وهذا
توقيره عليه السلام عند القوم حتى
جعلوا تصوره اسوء من تصور البهائم
و معذلك سموا انفسهم اهل الحديث
فانا لله وانا اليه راجعون
ولما مات ولده صلى الله
عليه وسلم قال المشركون
صار ابتر فاجاب الله سبحانه
عن حبيبه ان شانئك هو
الابتر وكما قال ابو لهب
للنبى صلے اللہ علیہ وسلم
تبا لك الهذا دعوتنا

کے متعلق یہ آیت پڑھتے ہیں کہ کان وجیها فی الدنیا و
الاخرة ومن المقربین تو آپکے تصور کو کس قدر قیمت
میں جانتے ہیں۔ انپر ایک مصیبت یہ بھی ہے کہ سارا قرآن تو
حضور علیہ السلام کی تعریف سے پُر ہے اور آپکی تعریف بیان کرتا
ہے یا آپکا قرب الٰہی اور محبت الٰہی ظاہر کرتا ہے چنانچہ ارشاد
ہے کہ تم اللہ کی اطاعت کرو، اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو
جو رسولؐ کی اطاعت کرتا ہے وہی خدا کی اطاعت کرتا ہے۔
آپ کہدیں کہ اگر تم خدا سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری تابعداری
کرو اور یہ بھی فرمایا کہ اے نبیؐ ہم نے آپکو اُمت کا نگران حال اور
مبشر اور نذیر بناکر بھیجا ہے اور خدا کی طرف بلانیوالا اور روشن
چراغ بناکر مبعوث کیا ہے یہ بھی فرمایا کہ تم رسول علیہ السلام کا
بلاوا اپنے باہمی ایک دوسرے کے بلاوے کی مانند نہ بناؤ۔
یہ بھی فرمایا کہ تم رسولؐ کی عزت و توقیر کرو۔ تو اب وہابی بیچارہ
کیا کرے اور کیسے آپکے تصور کو روک سکتا ہے۔ سخت افسوس ہے
کہ خدا تو تعریف کرے اور قوم آپکی یہ عزت کرتی ہے کہ نماز میں
آپکے تصور کو بھی ممنوع قرار دیتی ہے اور جانوروں کے
تصور سے بھی بدتر جانتی ہے۔ پھر اس قوم نے اپنا نام
کیا رکھا ہے؟ اہل حدیث! انا للہ وانا الیہ راجعون۔
جب حضور علیہ السلام کے خلف الرشید حضرت ابراہیم علیہ السلام
کا وصال ہوا تھا تو مشرک کہتے تھے کہ آپ ابتر ہو گئے ہیں
تو خدا تعالیٰ نے جواب دیا کہ آپ ابتر نہیں بلکہ آپکے
دشمن ابتر ہیں۔ ایک دفعہ آپ نے کوہ صفا پر تبلیغ
اسلام کے لئے قریش کو بلایا تھا۔ تو ابولہب نے اخیر وعظ
پر کہا تھا کہ کیا اسی کام کے لئے آپ نے ہمیں دعوت

غضب الله عليه واجاب عن حبيبه
بقوله تبت يدا ابی لهب وتبّ
والمرجو من المنصفين توازن قول
الوهابية ان تصوره صلى الله عليه
وسلم فى الصلوة اسوء من تصور
البهيمة الفلانية بقول ابی لهب
تبًّا لك ايهما اشنع وافضح جعل
ابولهب جهنميا بقوله تبًّا لك
فكيف يكون حال من تفوه بمثل
ماقالوا لكن الوحي قد انقطع فمن
الذي يرد عليه قوله وقالوا لا يجوز
للمصلى ان يقول فى تشهده السلام
عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته
بل يقول السلام على النبي الخ تحاميا
من لفظ الخطاب المشير الى حضور
روحه عليه الصلوة والسلام قلنا و
لئن سلم ذلك فكيف تصوره عند
قراءة السلام على النبي ورحمة الله
وبركاته اتصوره بالتبجيل والتوقير
ام بالاهانة والتحقير عياذا بالله
ان صورناه بالتوقير بطلت قاعدتهم
المقررة فى اول المسئلة وان
صورناه بالتحقير عياذا
بالله هدمنا بناء الاسلام

دی تھی۔ خدا کرے تم جلد تباہ ہو جاؤ۔ اس پر خدا ناراض
ہوا اور اپنے حبیب کی طرف سے جواب دیا کہ ابو لہب کے دونوں ہاتھ
تباہ ہو گئے اور وہ خود بھی تباہ ہوگا۔ اب انصاف پسند
طبائع سے مجھے امید ہے کہ وہ خود قول وہابیہ اور قول ابولہب
کا باہمی موازنہ کریں گے (قول وہابیہ یہ ہے کہ نماز میں حضور
علیہ السلام کا تصور فلاں بدترین جانور کے تصور سے بھی
زیادہ برا ہے اور ابولہب کا قول یہ ہے کہ اے نبی تو تباہ ہو جائے
اور بتائیں گے کہ کس کا قول زیادہ برا اور بدنام کرنیوالا ہے
اور کس کا نہیں؟ ابولہب کو تو یہ سزا مل چکی کہ تبًّا لک کہکر جہنمی
ہو گیا۔ مگر ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جنہوں نے ایسے گندے
لفظ کہے ہیں۔ افسوس وحی بند ہو چکی ہے ورنہ ابھی فیصلہ
ہو جاتا۔ اب انکا منہ کون توڑ سکتا ہے؟ یہ لوگ یوں بھی کہتے
ہیں کہ نمازی کو تشہد میں یوں کہنا جائز نہیں کہ یعنی آپ
پر سلام ہو اور آپ پر خدا کی رحمت اور برکت نازل ہو بلکہ یوں
غائب سمجھکر کہے کہ ہمارے نبی پر سلام ہو۔ تاکہ حاضری اور خطاب
کے لفظ سے بچ جائے۔ کیونکہ اس میں یہ اشارہ ہے کہ آپکی
روح مبارک حاضر ہو جاتی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ جب غائب کا
لفظ اختیار کرلے سے آپکی حاضری نہ ہوگی تو بتاؤ کہ جب نمازی
السلام علی النبی کہے گا اور غائبانہ لفظ سے آپ پر سلام و
درود بھیجیگا تو آپکا تصور پھر آئیگا؟ تعظیم و توقیر کی صورت میں یا
معاذ اللہ اہانت و تحقیر کی شکل میں بس اگر وہ تصور عزت و توقیر
کے ساتھ ہوگا تو وہابیوں کا اصول ٹوٹ جائیگا کہ جو شروع مسئلہ
میں مقرر کیا گیا ہے کہ نبی علیہ السلام کا تصور مفسد صلوۃ ہے اور
اور گدھے کے تصور سے نماز نہیں ٹوٹتی اور اگر معاذ اللہ

ارشدونا الى اهون البليتين. انتهى.
ومن تلك المسائل مسئلة لفظ السيد
قبل اسم النبي صلى الله عليه وسلم قالوا
هذا بدعة وما كان مصطلحا في زمن
خير القرون اقول الاصطلاحات تتغير
بتغير الزمان وهل كانت لفظة مولانا
وشيخنا وحضرتنا وامثال ذلك مصطلحة
في زمن خير القرون وفي هذا الزمان
يستنكف كل من ادعى العلم ان يخاطب
بمجرد اسمه ويحسبه هتكا لحرمته فالنبي
صلى الله عليه وسلم احق بالحرمة والتعظيم
من سائر الناس اما قال الله تعالى في
حق سيدنا يحيى عليه السلام وسيدا
وحصورا ونبيا من الصالحين وقال
النبي صلى الله عليه وسلم انا سيد ولد
آدم فلفظ السيد مرادف في المعنى للفظ
المولى بل المولى اعلى منه لانه
يطلق على الله تعالى قال الله تعالى
ذلك بان الله مولى الذين آمنوا
وقوله تعالى نعم المولى ونعم
النصير. ومن تلك المسائل مسئلة
اشتراك غير الله تعالى معه في الفعل
كما يقال للمعطي هذا من فضل الله
وفضلكم او اعطاني الله ورسوله

تحقیر کے ساتھ اسے تصور کریں تو اسلام کی بنیاد ہی اکھڑ جائیگی
خداتعالیٰ مناسب راستہ کی ہمیں ہدایت کرے (انتہیٰ) اور المسئلة
ان مسائل میں سے یہ مسئلہ بھی ہے کہ آیا نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کے نام سے پہلے سیدنا کا لفظ بڑھانا جائز ہے
یا نہیں؟ مخالفین کہتے ہیں کہ یہ زیادتی بدعت ہے خیرالقرون
کے وقت نہ تھی مگر میں کہتا ہوں کہ زمانہ تبدیلی سے محاورات
بھی تبدیل ہوجاتے ہیں. تم خود بتاؤ کہ کیا مولانا اور شیخنا و
حضرتنا وغیرہ کے لفظ خیرالقرون میں مستعمل تھے؟ حالانکہ
موجودہ وقت میں جس ذی علم کو صرف نام سے پکارا جائے اور
کوئی تعظیمی لفظ نہ بڑھایا جائے تو آنجناب ناک چڑھا لیتے ہیں اور
اسے اپنی ہتک عزت جانتے ہیں. پس اس سے ثابت ہوا
کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھکر عزت و توقیر کے حقدار
ہیں. کیا خداتعالےٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے حق میں یوں نہیں
فرمایا کہ آپ سید پاکدامن تھے اور نبی صالح تھے اور رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں بنی آدم کا سید ہوں
اور سید کا لفظ مولیٰ کے معنے میں ہے بلکہ مولیٰ کا لفظ سید
سے بھی اعلیٰ ہے کیونکہ سید کا لفظ خدا پر استعمال نہیں ہوتا اور
مولیٰ کا لفظ خدا پر بھی استعمال ہوا ہے. چنانچہ ارشاد ہے کہ
اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے مالک اور مولیٰ ہیں جو ایمان لائے ہیں
اور یہ بھی اشارہ ہے کہ خداتعالیٰ بہترین مالک اور بہترین
مددگار ہیں. ان مسائل میں سے یہ مسئلہ بھی ہے کہ آیا فعل المسئلة
خداوندی میں غیراللہ کو شریک کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً
کسی داتے کو یوں کہنا کہ یہ اللہ کی اور تمہاری مہربانی
ہے. یا یوں کہنا کہ یہ چیز مجھے خدا اور خدا کے رسول نے دی ہے

ففيه الحقيقة والمجاز اى اعطانى
الله حقيقة واعطيتنى ظاهرا
وكانت الصحابة رضى الله عنهم
حين يلقى النبى صلى الله عليه وسلم
عليهم سؤالا يقولون الله ورسوله
اعلم فكانوا يشتركون النبى صلى الله
عليه وسلم فى الاعلمية مع الله تعالى
ولا ينكر عليهم احد وقال الله تعالى
براءة من الله ورسوله وقال تعالى
فالله ورسوله احق ان يرضوه ومن
يطع الله ورسوله وقال تعالى وما
نقموا منهم الا ان اغناهم الله ورسوله
من فضله الى غير ذلك من الآيات
لكن الاحتراز عن امثال
هذه الكلمات احسن لعدم
تمييز العوام بين الحقيقة و
المجاز ومن تلك المسائل مسئلة

مسئلة امكان الكذب على الله تعالى

امكان الكذب على الله تعالى
قالوا خلف الوعيد جائز وسموه
امكان الكذب قلنا لا يجوز
نسبة الكذب الى الله
تعالى وخلف الوعيد مكرمة
ولا يسمى كذبا لان الكذب
دناءة قبيحة يستنكف منها

تو جواب یوں ہے کہ ایسے محاورہ میں مجازی طریق استعمال
ہوتا ہے اور حقیقی بھی۔ تو فقرہ مذکورہ کا یہ معنیٰ ہوا کہ اصلی
طور پر تو خدا نے دیا ہے مگر بظاہر تم نے دیا ہے اور صحابہ
رضی اللہ عنہم سے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوئی سوال
پوچھتے تھے اور صحابی جواب دینا گستاخی سمجھتے تھے تو
یوں کہتے تھے کہ اس کا جواب خدا اور خدا کا رسول بہتر
جانتا ہے اور اپنے اس جواب میں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ کے علم میں شریک کر دیتے تھے اور
اس جوابی فقرہ کو کسی نے برا نہیں منایا۔ دیکھئے ارشاد
ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی مشرکین سے بیزاری ہے
یہ بھی فرمایا کہ انکو یہ مناسب تھا کہ خدا اور خدا کے رسول کو
راضی کرتے اور یہ بھی فرمایا کہ جو اللہ اور اللہ کے رسول
کی اطاعت کرتا ہے۔ وہ بڑی کامیابی پائیگا یہ بھی ارشاد
ہے کہ مخالفین کیا ہی برا مناتے ہیں کہ اللہ نے اور اللہ کے
رسول نے اہل مدینہ اور مہاجرین کو غنی کر دیا ہے۔ اس قسم کی
آیات اور بھی بہت ہیں مگر خلاصہ جواب یہ ہے کہ
ایسے اشتراکی لفظوں سے عوام کو بچنا چاہیئے کیونکہ
وہ حقیقت و مجاز میں امتیاز نہیں کرتے۔ اور ان
مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ معاذ اللہ کیا خدا جھوٹ
بول سکتا ہے یا نہیں؟ مخالف کہتے ہیں کہ عذابی وعدہ
میں جھوٹ بول سکتا ہے اور اس مسئلہ کا نام کمبختوں نے
امکان کذب رکھا ہوا ہے۔ ہم جواب دیتے ہیں کہ ذات
خداوندی کی طرف جھوٹ کو منسوب کرنا ہی ناجائز ہے
اور وعدہ کرکے سزا نہ دینا اسے وعدہ خلافی نہیں کہتے

العباد فكيف برب العباد
و مغفرة المعاصي يوم
القيمة عفو و مكرمة لا
يسمي كذبا قال الله تعالى
بل كذبوا بما لم يحيطوا
بعلمه وقال تعالى ويقولون
على الله الكذب وهم
يعلمون فالخصلة الردئية
التي ذكرها الله تعالى من
عادات الكفار كيف يجوز
لمسلمان ينسبها الى الله تعالى
فالحاكمان او عدا هل الجرائم
بالحبس والقتل مثلا فظفر
عليهم ثم عفى عنهم بشفاعة
احد من خواصه او بلطف
منه واطلقهم هل يسمي
ذلك الحاكم كاذبا كلا بل
عفوه لهم احسان ومكرمة
فمن سمي فضل الله تعالى
ورحمته على عباده المجرمين
كذبا فقد كذب على
الله تعالى ومن اظلم
ممن كذب على الله او
كذب بآياته انه لا يفلح المجرمون

بلکہ وہ حصول اختیاری کی تبدیلی ہے اور اس خود اختیاری
تبدیلی کو کوئی جھوٹ نہیں کہتا۔ کیونکہ جھوٹ ایک لعنت ہے
جس سے انسان بھی نفرت کرتے ہیں تو بھلا خدا تعالی اس
سے نفرت کیوں نہ کرینگے؟ پس قیامت کے دن عذاب
کی بجائے مغفرت کا استعمال کرنا خدا کا رحم اور مہربانی
ہوگی۔ اسے کذب نہیں کہا جائے گا۔ ارشاد ہے کہ کفار کلام
قرآن کی تکذیب کرتے ہیں جسے وہ خود پورے طور پر
نہیں سمجھ سکے۔ پھر ارشاد ہے کہ وہ جانتے ہیں اور جان
بوجھکر خدا پر افترا کرتے ہیں۔ ان آیات میں جھوٹ کی لعنت
کو خدا تعالے نے کفار کے حق میں ذکر فرمایا ہے کہ یہ انکی
عادت ہے پس مسلمان کیسے گوارا کرسکتا ہے کہ اس لعنت
کو اپنے خدا سے نسبت دے تجربہ شاہد ہے کہ جرائم پیشہ
گرفتاروں کو حاکم حبس دوام یا قتل کی سزا دیتے ہیں
مگر کسی خاص مقرب کی سفارش سے یا اپنی خاص مہربانی
سے یا رحم کی درخواست پر انکو معافی بھی دیدیتے ہیں۔
اور رہا کردیتے ہیں تو کیا اس صورت میں ان حکام کو وعدہ
خلاف یا جھوٹا کہا جاسکتا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ اس معافی کا
نام ذاتی اختیار کا استعمال ہے اور احسان اور کمال
مہربانی ہے پس حاصل یہ ہے کہ جو شخص اس رحیمانہ سلوک
خداوندی کو جو وہ اپنے مجرم بندوں کے حق میں استعمال کریگا
کذب کا عنوان دیتا ہے۔ وہ خود خدا پر جھوٹ باندھتا
ہے۔ تم خود ہی بتاؤ کہ اس شخص سے بڑھکر اور کون زیادہ
ظالم ہوسکتا ہے جو خدا پر جھوٹ باندھے یا اسکی آیات کی
تکذیب کرے۔ اصل بات یہ ہے کہ ظالموں کی نجات نہ ہوگی

مسئلۃ الاستمداد من ارواح الصلحاء

قالوا الیس اللہ علی کل شیئ قدیر
قلنا بلی ولکن قدرۃ اللہ تعالیٰ لا
تتوجہ الی المحالات کشریک الباری
وغیرہ من المحالات فکف المساعی عن
امثال ھذہ الکلمات واجب علی العباد
ومن تلک المسائل مسئلۃ الاستمداد
من ارواح الصلحاء قالوا لا یجوز
الاستمداد الا عن اللہ تعالیٰ ومن
استمد من غیر اللہ تعالیٰ فقد اشرک
باللہ تعالیٰ قلت الکلام فی ھذہ المسئلۃ
من وجھین جواز نفس الاستمداد و
عدمہ والنفع من الاستمداد وعدمہ
فنفس الاستمداد یعنی طلب المعونۃ
شائع ذائع عندھم من الاحیاء فی
مقاصدھم الدنیویۃ من تعمیر المدارس
وتبلیغ المذاھب واجراء الجرائد فان
کان نفس الاستمداد شرکا فقد اشرکوا
باللہ تعالیٰ فلا فرق بیننا وبینھم
فی نفس الاستمداد غیر انھم
یستمدون من الاشباح الفانیۃ و
نحن نستمد من الارواح الطیبۃ الباقیۃ
واما النفع من الاستمداد فبارادۃ
اللہ تعالیٰ ان اراد نفعنا الارواح الطیبۃ
ونفعھم الاشباح الفانیۃ وان لم یردہ ما نفعنا

مخالف اعتراض کیا کرتے ہیں کہ کیا خدا ہر شے پر قادر نہیں تو
جھوٹ پر کیوں قادر ہوگا (جواب) بیشک صحیح ہے
لیکن قدرت الٰہیہ ممکن اور نامناسب امور کیطرف متوجہ
نہیں ہوا کرتی۔ چنانچہ خدا اپنا شریک پیدا نہیں کرتا۔
اور اسی طرح کے اور نا واجب کام نہیں کرتا۔ پس ایسے
بکواسات سے انسان کا فرض ہے کہ اپنی زبان کو روک
رکھے۔ ان مسائل میں سے استمداد کا مسئلہ بھی ہے جو
صلحاء کی روحوں سے کی جاتی ہے۔ مخالف کہتے ہیں کہ
ناجائز ہے اللہ کے سوا اور جو اللہ کے سوا کسی اور سے
استمداد کرتا ہے وہ خدا سے شرک کرتا ہے میں کہتا ہوں
کہ اسپر دو طریق سے بحث ہے اول صرف استمداد اور
عدم استمداد پر دوم استمداد سے نفع یا عدم نفع پر بس
نفس استمداد یعنی کسی سے امداد طلب کرنا۔ تو وہ زندوں
سے عام طور پر حاصل کیجاتی ہے اور کثیر الاستعمال اور
مشہور ہے چنانچہ مخالف بھی دنیاوی امور میں (مثلاً
تعمیر مدارس، تبلیغ مذہب وہابیہ اور اجرائے اخبارات)
میں انکے ہاں بھی پائی جاتی ہے تو اگر صرف استمداد
ہر طرح سے شرک ہے تو مخالف خود شرک کر رہے ہیں اور
نفس استمداد میں ہمارے اور انکے درمیان کوئی فرق
نہیں مگر یہ فرق ضرور ہے کہ وہ فانی جسموں سے استمداد
کرتے ہیں اور ہم پاک اور غیر فانی ارواح سے استمداد
کرتے ہیں ما بعد ہا استمداد سے نفع تو اللہ تعالیٰ کا
ارادہ اگر چاہے تو ہم کو ارواح طیبہ نفع دیتے ہیں اور
ان کو فانی جسم نفع دیتے ہیں اگر وہ نہ چاہے

وما نفعهم وان قالوا نحن نستمد
من ابدان الاحياء وانتم تستمدون
من ارواح الاموات نقول انتم
كذالك تستمدون من الارواح
لان المعطي والمانع هو الروح في
جسد كان او خارجا عن الجسد
انتهى۔ ومن تلك المسائل مسئلة
تسمية بعض الناس اولادهم
منسوبين الى الانبياء والصلحاء
فهم يحكمون بالشرك على من سمى ولده
نبي بخش او رسول بخش او غلام محمد
او غلام الصديق واشباه ذلك
قالوا معطي الاولاد هو الله تعالى
لا يجوز لاحد ان يضاف اسم ولده
الى غيره تعالى والغلام بمعنى العبد
وكلنا عباد الله لا يجوز اضافة العبدية
الى غيره تعالى قلنا سلمنا ان المعطي
والمانع هو الله تعالى حقيقة لكن
اضافة العطاء الى غيره تعالى
جائز مجازا كما قال جبرئيل عليه السلام
لمريم العذراء لاهب لك غلاما زكيا
وما قال ليهب الله تعالى لك غلاما زكيا فاذا
جاز ان يهب جبرئيل عليه السلام غلاما فلم
لا يجوز ان ينسب العطاء للنبي صلى الله عليه وسلم

تو نہ ہم کو ان سے نفع ہوتا ہے نہ انکو۔ اب اگر وہ یوں
کہیں کہ ہم تو زندوں کے بدن سے استمداد کرتے ہیں اور تم
مُردوں کی روحوں سے استمداد کرتے ہو تو ہم کہتے ہیں کہ
در اصل تم بھی ارواح سے ہی استمداد کرتے ہو۔ کیونکہ در
حقیقت دینے والا یا روکنے والا روح ہی ہے خواہ
وہ جسم سے خارج ہو یا اسمیں داخل ہو۔ انتہیٰ۔ ان
المسئلة
مسائل میں سے یہ مسئلہ بھی ہے کہ کچھ لوگ اپنے بچوں کے
نام انبیاء علیہم السلام یا صلحائے اُمت کیطرف
منسوب کر دیتے ہیں مگر مخالف اس شخص پر شرک کا
فتوےٰ لگا دیتے ہیں جو اپنے بچوں کا نام نبی بخش،
رسول بخش یا غلام محمد یا غلام صدیق یا اسی قسم کا
اور نام رکھے کیونکہ اولاد دینے والا خدا ہی ہے
اور یہ جائز نہ ہوگا کہ اپنے بچے کا نام غیر اللہ کیطرف منسوب
ہوا اور غلام عبد کے معنے میں ہے اور ہم سب عباد
اللہ ہیں اور عبدیت کی نسبت غیر اللہ کیطرف جائز
نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ مان لیا کہ معطی اور مانع در حقیقت
خدا ہی ہے مگر تاہم عطیہ کو غیر اللہ کیطرف منسوب کرنا
مجازی طور پر جائز ہوتا ہے کیونکہ حضرت جبرئیل نے
حضرت مریم علیہا السلام کے پاس آکر یوں کہا تھا
کہ میں تمکو پارسا لڑکا بخشنے آیا ہوں، اور یوں نہیں
کہا تھا کہ اسلئے آیا ہوں کہ خدا تمکو لڑکا بخشیگا جو
پارسا ہوگا۔ تو جب جبرئیل علیہ السلام لڑکا دے سکتے
ہیں تو کیوں حضور علیہ السلام کیطرف یہ عطیہ منسوب
کرنا مجازی طور پر جائز نہوگا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے

مجازا فان قيل ذلك كان بامر الله تعالى قلنا سلمنا انه كان بامر الله تعالى لكنه فتح لنا باب الجواز واما الغلام وان كان بمعنى العبد فى اصطلاح الفرس فاى قباحة فى تشبيه الاولاد بعبيد الصلحاء من الانبياء والصحابة والصالحين اما كان لهم عبيد اما كانوا ينسبون عبيدهم لانفسهم بقولهم عبدى و امتى اما قال الله تعالى من عبادكم وامائكم فالعبيد والناس جميعا عباد الله حقيقة والعبيد عبيد لمالكيهم مجازا كما بيّنا كثرة استعمال المجاز فى القرآن فى اول الكتاب كذلك اولاد الناس عبيد الله حقيقة وعبيد للصلحاء مجازا انتهى. وليكن هذا آخر ما اردنا تحريره فى هذا المقام اللهم انك تعلم انى ما اردت بهذا التحرير الا اصلاح عقائد المسلمين عن الزيغ والضلال فان كان صوابا فمنك ولك المنة

کہ قولِ جبرئیلؑ تو امرِ الہٰی تھا اور تمکو کس نے حکم دیا ہے تو جواب میں ہم کہتے ہیں کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ بیشک قولِ جبرئیلؑ امرِ الہٰی تھا۔ مگر اس نے ہمارے واسطے جواز کا دروازہ کھول دیا ہے۔ اب رہا لفظ غلام تو اگرچہ وہ فارسی محاورہ میں عبد کے معنے میں ہے۔ تاہم اپنے بچوں کو صلحاء کے غلاموں کے ساتھ تشبیہ دینے میں کیا قباحت ہوگی اور صلحاء سے مراد نبی ہیں اور صحابہ اور اُمت محمدیہ کے نیک بندے۔ کیا انکے پاس خود اپنے غلام نہ ہوتے تھے یا انکو اپنی ذات سے منسوب نہ کرتے تھے؟ اور یوں نہ کہتے تھے کہ اے میرے بندے اور اے میری لونڈی کیا خدا نے انکو آپ سے منسوب نہیں کیا کہ تم اپنے بندوں اور اپنی بندیوں کے نکاح کرادیا کرو پس حقیقت میں تمام غلام اور تمام آزاد لوگ خدا کے بندے ہیں اور غلام اپنے آقاؤں کے مجازی طور پر بندے ہیں۔ چنانچہ ہم نے اس کتاب کے آغاز میں قرآن مجید میں کثرت کیساتھ حقیقت و مجاز کا استعمال ذکر کردیا ہؤا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس لوگوں کے بچے حقیقت میں اللہ کے بندے ہیں اور صلحائے اُمت کے مجازی طور پر بندے ہیں۔ انتہیٰ۔ یہ ہماری تحریر کا آخری مقام ہے جس کا ہم نے ارادہ کیا تھا۔ یا اللہ ہم نے اس تحریر سے اور کوئی ارادہ نہیں کیا سوائے اس کے کہ مسلمانوں کے عقائد کجروی اور گمراہی سے درست ہوں۔ پس اگر یہ تحریر تیری طرف سے ہے تو میں تیرا احسان اور فضل مانتا ہوں۔

۱٤ محرم الحرام ١٣٤٦ هـ. [١٩٢٧ م.]